قومی عروج کا باعث اس کی صنعت ہے
ملکی صنعت کا دارومدار بڑی حد تک اچھی لیتھ مشین پر ہے

صادق لیتھ مشین

۵½ فٹ تا ۱۲ فٹ

آپ کی کمی کو پورا کرے گی۔ علاوہ ازیں صادق ڈیزل انجن۔ سٹینڈرڈ ٹائپ بے بی ٹائپ۔ آئل ایکسپیلرز

صادق انجینئرنگ ورکس بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

خرید کر ملک کی قومی صنعت کو ترقی دیں اور خود فائدہ حاصل کریں

خالص دیسی گھی کی لذیذ ترین اور تازہ مٹھائیوں کا واحد مرکز

قائم شدہ ۱۹۲۲ء

لاہور کی مشہور ترین دوکان

جالندھر موتی چور ہاؤس رجسٹرڈ

۱۶۔ گپت روڈ۔ انارکلی لاہور

قربانی کی قیمت

(از مولانا ضیاء الدین صاحب خطیب جامع مسجد ملا کبیٹ)

اسلام نے تمام اعمال کی قدر و قیمت بتلائی ہے ایک ادنی سے لے کر اعلی عمل کرنے والے کو اس کا اجر و ثواب بتلایا ہے۔ اور یہ فطرتی بات ہے جب تک کسی چیز کی قیمت معلوم نہ ہو تو اسے کوئی بھی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ آج دنیا میں جتنے کاروبار چل رہے ہیں۔ محض گمان نفع پر صبح سے لے کر شام تک ایک تاجر اپنی دوکان پر بیٹھا رہتا ہے۔ اس لئے کہ مجھے نفع ملے گا۔ اسی طرح ملازمین حضرات اپنا خون پسینہ ایک کر رہے ہیں۔ اگر ان سب حضرات کو یقین آ جائے کہ اس کاروبار میں یقیناً نقصان ہے تو کوئی بھی کام کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ یہ سب منافع ظنی ہیں۔ دنیا ساری ظن و گمان کے اوپر کاروبار کر رہی ہے لیکن اسلام کے بتائے ہوئے اجر و ثواب سب یقینی ہیں۔ افسوس صد افسوس جتنا آج ایک تاجر کی بات پر یقین ہے ایک ملازم کو اپنے مالک کے اوپر یقین ہے اتنا یقین بھی۔ اللہ تعالے کے وعدہ پر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ پر نہیں۔ صحابہ کرام میں سب سے بڑی دولت یقین و ایمان کی تھی۔ وہاں لاکھوں فلسفے اور حکمتیں ایک ارشاد نبوی پر قربان کر دیے جاتے تھے۔

مسئلہ سنا کہ مسجد کو آتے وقت ایک ایک قدم پر نیکی ملتی اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ فوراً قدم چھوٹے چھوٹے رکھنے شروع کر دیئے۔ آج فرنگی تعلیم کی وجہ سے سب سے زیادہ نقصان ایمان ویقین کا ہوا۔ ایک اچھے بھلے آدمی کو قرآن کی آیت اور ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنا ہی تو فوراً بول اٹھے کہ اس کا فلسفہ کیا ہے اس بات کو ہماری عقل تو تسلیم نہیں کرتی جس مسئلہ کو حضور اکرم کی عقل مان لے اور صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین اور آئمہ اربعہ اور سب مسلمانوں کی عقل مان لے۔

ان مغرب زدہ اصحاب کی عقل میں اگر کوئی مسئلہ اسلام قربانی والا ہو یا کوئی اور بات فٹ نہ آئے تو اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں۔ ان کی عقلوں کا قصور ہے۔ اگر صفراوی مزاج والے کو اچھی چیز بھی بدذائقہ معلوم ہوتی ہے۔ تو اس میں قصور اس کے مزاج کا ہے نہ کہ اشیاء کا۔ ع

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
(اگر دن کو چمگادڑ کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی تو اس میں آفتاب کا کیا گناہ؟)

قربانی کی قیمت صادق المصدوق کی زبان سے

عن عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اہراق الدم وانہ لیاتی یوم القیامۃ بقرونہا واشعارہا واظلافہا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بہا نفسا (ترمذی وابن ماجہ) مشکوٰۃ ص۱۲۸

ترجمہ:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بقر عید کے دن انسان کے تمام نیک اعمال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب عمل اللہ کے نزدیک قربانی کا ہے۔ اور یہ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگ، بال اور کھر کے ساتھ (صحیح وسالم) آئے گی۔ اور یقیناً قربانی (کا خون) زمین پر گرنے سے پہلے حق تعالے کے یہاں قبول ہونے کا مقام حاصل کرتا ہے سو قربانی خوش دلی سے کیا کرو۔

عن زید بن ارقم قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ما ہذہ الاضاحی قال سنۃ ابیکم ابراہیم علیہ السلام قالوا فما لنا فیہا یا رسول اللہ بکل شعرۃ حسنۃ قالوا فالصوف یا رسول اللہ قال بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ (رواہ احمد وابن ماجہ مشکوٰۃ ص۱۲۹)

(ترجمہ:۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کیا ہے فرمایا آپ نے یہ طریقہ ہے تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا صحابہ نے پوچھا اس میں کیا ثواب ہے ہمارے لئے فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی صحابہ نے بھیڑ کی کھال کے متعلق دریافت کیا یعنی کھال میں تو کثرت سے بال ہوتے ہیں۔ کیا ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی) فرمایا کھال کے ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی)

سبحان اللہ کتنی بڑی قدر وقیمت قربانی کی بتلائی۔ آج اس قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ کل میدان حشر میں اس کا پتہ چلے گا۔ اللہ تعالے ہمیں اس عالم کی تیاری کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۱۱ رذی الحجہ سنہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۰ رجولائی سنہ ۱۹۵۶ء | شمارہ ۱۰

عید قربان کا پیغام

اس جہاں کی ہر چیز کی ایک صورت ہے اور ایک سیرت۔ دوسرے الفاظ میں ان کو بالترتیب چھلکے اور مغز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً تربوز۔ اس کے اوپر چھلکا ہے اور اس چھلکے کے اندر گودا ہے۔ وہ اس کا مغز ہے۔ یہ قاعدہ ہے۔ کہ اگر چھلکا اور مغز اکٹھے ہوں تو دونوں کے مجموعے کو اس چیز کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے، تو پھر مغز پر اس نام کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ چھلکے پر نہیں ہوتا تربوز کا چھلکا اور گودا اکٹھے ہوں تو دونوں تربوز کہلاتے ہیں۔ اگر توڑ کر چھلکے سے گودے کو علیحدہ کر لیا جائے تو گودا تربوز کہلائے گا۔ چھلکا پھینک دیا جائے گا۔ اس کو کوئی عقلمند تربوز کہنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

یہی حالت عبادات اور اعمال کی ہے۔ اُن کی بھی ایک صورت اور ایک سیرت۔ یا یوں کہئے کہ ان کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن مثلاً نماز کی صورت یا اس کا ظاہر تو وہ ہیئت کذائی ہے جو قیام رکوع۔ سجود وغیرہ پر مشتمل ہے لیکن اس کا باطن توجہ الی اللہ خشوع و خضوع وغیرہ چیزیں ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے مومنوں کی تعریف کرتے وقت ان کی باقی صفات کے ساتھ نماز میں ان کے خشوع کا ذکر فرماتے ہیں۔ الذین ھُم فی صلوتھم خاشعون (سورہ المومن رکوع ۱ پ ۱۸)

ترجمہ (فلاح پانے والے وہ مومن ہیں) جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔) ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کے حسن سے آراستہ نماز کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشآء والمنکر (سورہ العنکبوت رکوع ۵ پ ۲۱)

(ترجمہ:۔ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روک دیتی ہے)

روزہ کی ظاہری صورت تو یہ ہے۔ کہ مسلمان اختتام سحری سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا۔ پینا وغیرہ ترک کر دے۔ اس کا باطن یہ ہے کہ مسلمان اپنے ہر عضو پر خدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عائد کردہ پابندیاں لگائے۔ نہ زبان، نہ کان، نہ آنکھ، نہ ہاتھ اور پاؤں کی قوت ان کی مرضی کے خلاف صرف ہو۔ اس طرح کے روزہ کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے لعلکم تتقون (تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ) نماز اور روزہ وغیرہ عبادات اور اعمال جو ظاہر کے ساتھ ساتھ باطنی حسن سے مزین نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں انکی کوئی قیمت نہیں۔

قربانی میں بھی دونوں چیزیں ہیں (۱) ظاہر (۲) باطن۔ اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ مسلمان اللہ کے راستہ میں گائے۔ بکری۔ دُنبہ وغیرہ ذبح کر دے۔ اس کا باطن وہ جذبہ ہے۔ جس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو تعمیل ارشاد باری کے لئے آمادہ کر دیا۔ اللہ تعالےٰ کی کروڑوں رحمتیں ان دونوں پر نازل ہوں۔ جن کی وجہ سے انسانیت کا درجہ اور بلند ہو گیا اپنے متعلق نحن نسبح بحمدک ونقدس لک کہنے والے ملائکہ عظام بھی حیران ہو گئے۔ کہ جس انسان کے متعلق ہم نے کہا تھا من یفسد فیہا و یسفک الدماء۔ وہ حکم خداوندی کی تعمیل کر کے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ ان دونوں انبیاء علیہما السلام کے اسی جذبہ نے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے ان کے حق میں یہ حکم صادر کروایا۔ فدینٰہ بذبح عظیم اس حکم خداوندی کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی لاکھوں مسلمان ان حضرات کی یاد ہر سال منیٰ میں اور اپنے اپنے ملک میں مناتے ہیں اللہ کے راستہ میں ان کے نقش قدم پر چل کر مسلمان ہر سال قربانی کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے بیج کے طور پر ایسے بندے رکھے ہوئے ہیں۔ جو صحیح معنی میں قربانی کرتے ہیں۔ لیکن اکثریت کی قربانی میں ابراہیمی روح موجود نہیں یعنی قربانی کا ظاہر ہے مگر باطن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قربانی ہمارے اندر وہ رنگ پیدا نہیں کرتی جس کے پیدا کرنے کے لئے اس کو ہم پر واجب قرار دیا گیا تھا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اپنے لاڈلے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو وہ اس کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اس قربانی کو اللہ تعالےٰ نے فدینٰہ بذبح عظیم سے نوازا۔ ہمیں خدا کا حکم قرآن کے الفاظ میں یا حدیث خیر الانام علیہ السلام کی شکل میں سنایا جاتے تو ہم تعمیل سے جی چرائیں اور طرح طرح کے بہانے بنائیں۔ ہماری قربانی بلا روح ہونے کے باعث ہمیں قعر مذلت سے بھی نہیں نکال سکتی۔

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

ہمارے اندر بھی اگر تعمیل ارشاد باری کا جذبہ پیدا ہو جائے تو ہماری انفرادی اور اجتماعی سب مشکلات دور ہو جائیں۔ عید قرباں ہر سال ہمیں یہی پیغام دینے کے لئے آتی ہے۔ آئیے آج اس کے پیغام کو دل کے کانوں سے سن کر اس کو اپنانے کا (باقی صفحہ ۲۴ پر)

خطبۂ عید الاضحیٰ

قربانی کی حقیقت

(از حضرت مولانا ابو الکلام صاحب آزاد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ

فَلَمَّا اَسْلَمَا وَ تَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ وَ نَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ط اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ط وَ فَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ط وَ تَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ پ ۲۳ رکوع ۷

ترجمہ:- پھر جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ دونوں اللہ کے آگے جھک گئے اور ابراہیمؑ نے اسمٰعیل کو ذبح کرنے کے لئے ماتھے کے بل گرا دیا تو ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم بس کرو۔ تم نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم ایسا ہی نیک بندوں کو ان کے ایثار نفس اور قربانی نفس و جان کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔)

بے شک یہ نہایت کھلی ہوئی یعنی ظاہری آزمائش تھی۔ اور ذبح اسمٰعیل کے فدیے میں ہم نے ایک بہت بڑی قربانی (یعنی سنت ابراہیمی کی یادگار میں تاقیامت جاری رہنے والی قربانی) دے دی۔ اور ہم نے آنے والی اُمتوں میں اس واقعۂ عظیمہ کے ذکر کو قائم کر دیا۔ پس سلام ہو راہ الٰہی میں اپنی قربانی کرنے والے ابراہیم خلیل اللہ پر۔

ٹھیک ایسے پانچہزار دو سو اکیاون برس بیشتر کے ایک گوشے میں کیسا عجیب غریب انقلاب ہو رہا تھا۔ ایک ہولناک اور وحشت انگیز بیابان ریگزار تھا۔ جس کی ہلاک ریگ اور خشک سرزمین میں ہر طرف موت و ہلاکت پھیلی ہوئی تھی۔ ایک یکسر وادی غیر ذی زرع تھی۔ جس کی سطح بے نمو پر زندگی کی سبزی و شگفتگی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ لیکن ربّ السمٰوٰت والارض کے دو مخلص بندے تھے جنہوں نے انسانی زندگی کے اسی صحرائے ہلاکت کو آبادی کے لئے اسی بیابان وحشت کو فلاحت و زراعت کے لئے اسی سرزمین خشک سال کو خدائے واحد کی پرستش و عبادت کے لئے اسی صحرا کی قربان گاہ کو منتخب کیا تھا۔ ان کے چاروں طرف صحرائے وحشت تھا مگر ان کے اوپر وہ خدائے علیم و قدیر تھا۔ جو آبادیاں کو بخشنے والا اور زمینوں کی وراثت تقسیم کرنے والا ہے ان کے ہاتھ میں پتھروں کے ٹکڑے تھے۔ جن کو ایک دیوار کی صورت میں جمع کرتے جاتے تھے۔ اور زبان پر یہ دعائیں تھیں۔ جو ادھر زبان سے نکل رہی تھیں۔ اور ادھر قوموں اور ملکوں کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا تھا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَ اَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ط رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ یُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ط پ ۱ ع ۱۵

(الٰہی! یہ ہمارے ہاتھ تیری پرستش اور تیرے جلال و وحدت کے نام پر جو کچھ کر رہے ہیں۔ اس کو قبول کر لے بیشک تو ہی دعاؤں کا سننے والا اور نیتوں کا دیکھنے والا ہے۔ الٰہی! ہم کو اپنا مسلم اور اطاعت شعار بنا۔ اور پھر ہماری نسل میں سے بھی ایک ایسی ہی امت پیدا کر جو ہماری طرح مسلم و مومن ہو! الٰہی! ہم کو اپنی عبادت و بندگی کے مقبول طریقے سمجھا دے اور ہمارے قصوروں سے درگزر کر۔ تو ہی بڑا درگذر کرنے والا اور تو ہی اپنے عاجز بندوں پر مہربان ہے۔ الٰہی! ہماری اس دعا کو بھی ان گھڑیوں میں قبول کر لے کہ جو قوم ہماری نسل سے پیدا ہو ان میں ایک ایسا برگزیدہ رسول بھیجو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے علم و حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کے نفوس و قلوب کی اصلاح کرے۔ الٰہی! ان تمام باتوں کا تجھی کو اختیار ہے۔ اور تیری ہی تدبیر اصلی تدبیر ہے۔ اور تیری ہی حکمت اصلی حکمت ہے)

اللہ اکبر! وہ کیسا وقت تھا جب کہ صدیوں اور ہزاروں برسوں کا فیصلہ چند لمحوں اور منٹوں کے اندر ہو گیا۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر و للہ الحمد!

یہ دعائیں ان زبانوں سے نکل رہی تھیں جن میں سے ایک راہ الٰہی میں اپنے جذبات اور ارادے کی قربانی کر چکا تھا۔ اور دوسرا اپنی جان و نفس کی قربانی کے لئے تیار تھا۔ ان دونوں نے اپنے محبوب ترین متاعوں کو راہ الٰہی میں لٹا دیا تھا۔ ایک نے اپنے فرزند عزیز کو دوسرے نے اپنی جان عزیز کو۔ دونوں مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ اور اس لئے دونوں کی دعاؤں کو قبول کر لیا اور اس طرح قبول کیا کہ دنیا کے پانچہزار برس کے حوادث و انقلابات بھی ان کی صداقت کو دھبہ نہ لگا سکے۔ وہ چند پتھروں سے چنی ہوئی چار دیواری جس کے چاروں طرف انسانی بستی کی کوئی علامت نہ تھی۔ کروڑوں انسانوں کا پرستش گاہ اور قبلۂ وجوہ بنی، اور خدا کے جلال اور قدوسیت نے تمام عالم میں صرف اسی کی چھت کو اپنا نشیمن بنایا۔ داؤد اور سلیمانؑ کا وہ عظیم الشان ہیکل جس کو ہزاروں انسانوں کی سالہا سال کی محنت و مشقت نے لمبے لمبے ستونوں اور گنبدوں کا ایک شہر بنا دیا تھا چند صدیوں تک بھی زندہ نہ رہ سکا۔ اور وحشی حملہ آوروں نے بارہا اس کی عظیم الہیئت دیواروں کو غبار بنا کر اڑا دیا۔ لیکن چند پتھروں سے چنی ہوئی اس چار دیواری کے گرد دعائے ابراہیمی نے ایک ایسا آہنی حصار کھینچ دیا تھا کہ پانچ ہزار برس کے اندر انقلابات ارضیہ و سماویہ نے سمندروں کو جنگل اور انسانی آبادیوں کو سمندروں کے طوفان کی صورت میں بدل دیا۔

لیکن آجتک اس کی بنیادوں کو کوئی حادثہ اور کوئی مادی قوت صدمہ نہ پہنچا سکی۔ یہاں تک کہ تاریخ عالم میں وہی ایک سرزمین ہے جس کی نسبت تاریخ دعوے کر سکتی ہے کہ اس کی مقدس اور محترم خاک آجتک غیر قوموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے محفوظ و مصئون ہے۔

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِھِمْ ط اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰہِ یَکْفُرُوْنَ ۵ پ ۲۱ ع ۳

کیا ہماری اس قدرت کی نشانی کو لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم مکہ کو جو ایک غیر معروف و بے رونق خطہ تھا، امن اور حفاظت کا گھر بنا دیا۔ اور ایک عالم نے اس کے اردگرد ہجوم کیا۔ پھر لوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی

نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں۔
اور اگر کسی قوم نے اس کی عزت و احترام کو مٹانا چاہا تو خدائے قدوس کے دستِ کبریائی نے خود اس قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَّأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝ (پ ۳۰ - ع ۳۰)

(اے پیغمبر کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے اس لشکر کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جو ہاتھیوں کا ایک غول لے کر مکہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ کیا خدا نے ان کے تمام داؤ غلط نہیں کر دیئے اور ان پر عذاب کی نحوستوں کے غول نازل نہیں کئے جنہوں نے ان کو سخت بربادی میں مبتلا کر دیا۔ جو ان کے لئے بھڑکی گئی تھی۔ یہاں تک کہ پامال شدہ کھیت کی طرح تباہ ہو گئے۔)

یہ اس دعا کے پہلے ٹکڑے کی قبولیت تھی۔ باقی وہ التجاؤں کو جس طرح خدا تعالیٰ نے قبولیت بخشی اس کی صداقت بھی اس بیتِ خلیل کی صداقت سے کم نہیں

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۝ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

پ ۴ ع ۸

(بیشک اللہ پاک نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ (دعائے ابراہیمی کو قبول فرما کر) انہی میں سے ان کی طرف اپنا رسول بھیجا۔ جو ان کو احکام الٰہی پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو علم و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ سخت جہل و گمراہی میں مبتلا تھے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ۝

قرآن کریم میں ایک بہت بڑا حصہ انبیائے سابقین کے قصص و اعمال کا ہے۔ اس کا عام اندازِ بیان یہ ہے کہ وہ پہلے ایک خاص تعلیم پیش کرتا ہے۔ اور پھر اس تعلیم کی صداقت کے لئے امم گذشتہ اور اعمال انبیائے سابقہ کے حالات و واقعات سے ایک خطابی استدلال کرتا ہے تاکہ امت مرحومہ کے سامنے تعلیم اور اس کے عملی نمونے اور نتائج دونوں موجود ہو جائیں۔

لیکن تمام قرآن کریم میں اگر مسلمانوں کے سامنے کوئی زندگی اور کسی زندگی کے اسوۃ یا اعمال بطور نمونے کے پیش کئے گئے ہیں اور ان کے اتباع کی دعوت دی گئی ہے تو وہ صرف دو نمونے ہیں۔

خود شریعت اسلامیہ کے داعی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت (سورۂ احزاب) میں فرمایا کہ:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ (پ ۲۱ ع ۱۹)

بے شک رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لئے کہ اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتے ہو۔ اور کثرت کے ساتھ اس کا ذکر کرنے والے ہو۔ پیروی و اتباع کیواسطے ایک بہترین نمونہ ہے۔

اور پھر (سورۂ ممتحنہ) میں ملت حنیفی کے داعی اول حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے :-

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ (پ ۲۸ ع ۷)

بیشک تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ عمل حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے اعمال زندگی میں ہے۔

پھر اسی رکوع میں حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کی تعلیم کی تشریح کر کے مکرر کہا کہ :-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ (پ ۲۸ ع ۷)

(بیشک تمہارے لئے کہ اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتے ہو۔ ان لوگوں کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ عمل ہے اور جو شخص اس کی طرف منہ موڑ لے تو اللہ کریم تو انسانوں کے اعمال کا کچھ محتاج نہیں ہے)

میں نے ہمیشہ اس امر پر غور کیا ہے کہ :-

(۱) تمام قرآن کریم میں بیسیوں انبیائے سابقین کے حالات و اعمال بیان کئے گئے ہیں لیکن کسی کی تمام تر زندگی کو بطور ایک نمونے کے مسلمانوں کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ الا حضرت ابراہیم کی۔

(۲) تمام قرآن کریم میں "اسوۂ حسنہ" کا لفظ صرف تین مقامات میں آیا ہے۔ اول سورۂ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت، اور سورۂ ممتحنہ میں دو مرتبہ حضرت ابراہیم کی نسبت اس کی علت کیا ہے؟

(۳) سورۂ احزاب اور سورۂ ممتحنہ دونوں سورتیں زیادہ تر احکام جہاد و قتال فی سبیل اللہ اور بعض مقامات کے نتائج۔ ورود و ابتلاء آزمائش و عجائبات نصرت الٰہیہ کے بیان سے مملو ہیں۔ پھر یہ دونوں آیتیں جن رکوعوں میں آئی ہیں وہ بھی تمامتر ذکر جہاد پر مبنی ہیں۔ ضرور ہے کہ اس میں بھی کوئی علت ہو۔

(۴) دونوں مقامات میں پوری مماثلت حتیٰ کہ جزئیات بیان بھی موجود ہے۔ سورۂ احزاب میں اس آیت کا وہ موقع ہے۔ جہاں جنگ احزاب یا جنگ خندق کے واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ اور زیادہ تر ان منافقین اور ضعیف القلب اشخاص کا حال بیان کیا ہے۔ جو اپنی تین ہزار کی جمعیت کے مقابلہ میں حملہ آوروں کی بارہ ہزار مسلح اور متحدہ قوت دیکھ کر گھبرا اٹھے تھے۔ پھر اس نصرت الٰہی کا حوالہ دیا ہے جس نے محصورین کو کامیاب کیا۔ اور تمام حملہ آور ناکام و نامراد واپس گئے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝ (پ ۲۱ ع ۱۸)

(بعینہٖ یہ حال سورۂ ممتحنہ کے پہلے رکوع کا ہے۔ فتح مکہ سے پیشتر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چڑھائی کا ارادہ کیا تو حاطب بن ابی بلتعہ نامی ایک صحابی تھے۔ جن کے اہل و عیال مکہ میں موجود تھے۔ انہوں نے پوشیدہ طور پر ان کو اطلاع دیدی کہ اپنے تحفظ کا انتظام رکھیں۔ وحی الٰہی سے یہ حال آنحضرت علیہ وسلم پر منکشف ہو گیا۔ اور آدمی دوڑا کر وہ خط راہ سے واپس منگا لیا اس پر یہ سورہ نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ ۝

مسلمانو! ان کافروں اور دشمنانِ توحید کو اپنا دوست نہ بناؤ، جو ہمارے اور تمہارے دونوں کے دشمن ہیں (یہ کیسی بات ہے کہ) تم ان سے نامہ و پیام جاری رکھتے ہو۔ حالانکہ تمہارے پاس جو حق و صداقت اللہ کی طرف سے آئی وہ اس سے انکار کر چکے ہیں۔

حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے اسوۂ حسنہ پر اسی رکوع میں توجہ دلائی گئی ہے پھر آیات متعلق حرب و قتال و تشویق جہاد فی سبیل اللہ میں اس "اسوہ حسنہ" پر توجہ دلانے کی کیا ضرورت تھی۔

اصل یہ ہے کہ قرآن کریم اسلام کی جس حقیقت کو دنیا کے آگے پیش کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لحاظ سے اگر کوئی زندگی "اسوۂ حسنہ" ہو سکتی تھی تو وہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی زندگی تھی۔ اسلام ایک صداقت ہے اور اس لئے دنیا میں اس وقت سے موجود ہے جس وقت سے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں صداقت ہے۔ لیکن اس صداقت مبین کو ایک شریعت الٰہیہ کی صورت میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم

بقیہ خطبہ عید الضحیٰ

(۷ سے آگے)

ہی نے پیش کیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ہر جگہ ان کو ملتِ حنیفی کے اوّلین واعظ کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بتلائی کہ:۔

اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پ ۱ ع ۱۶

(جب ابراہیمؑ سے ان کے پروردگار نے کہا کہ مسلم (یعنی سچے فرمانبردار) ہو جاؤ تو انہوں نے کہا کہ میں اسلام لایا تمام جہانوں کے پروردگار کے لئے)

چونکہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پہلے داعی تھے۔ اس لئے ان کا وجود یکسر پیکر اسلام تھا۔ اور اپنے عمل حیات کے اندر اسلام کی حقیقت کا ایک عملی نمونہ رکھتا تھا۔ وہ اسلام کے واعظ تھے اور واعظ کے لئے اوّلین شے یہ تھی کہ تعلیم کے ساتھ خود اپنی زندگی کا عملی نمونہ بھی پیش کر دے اور جن حقیقتوں کی طرف دنیا کو دعوت دیتا ہے۔ ان کو سب سے پہلے اپنے اوپر طاری کر دے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان حقائق کو اپنے اوپر طاری کیا۔ اس لئے ان کا ہر عمل از سرتاپا صدائے اسلام تھا۔ اور وہی پیروان اسلام کے لئے عملی نمونہ یا "اسوہ حسنہ" ہو سکتا تھا۔ یہی سبب ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان کی زندگی کے تمام اعمال ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیے اور ان کے ذکر کو بقائے دوام عطا فرمایا۔ دنیا کے بڑے کشورستانوں عظیم الشان فاتحوں اور خشکیوں اور سمندروں پر حکمرانی کرنے والی قوموں کو ہم آثار قدیمہ کے کھنڈروں بوسیدہ قبروں، قومی روایتوں کے کہنہ اوراق میں صرف دیکھ سکتے ہیں۔ مگر تمام مجمع اوّلین و آخرین میں ایک انسانی ہستی بھی ایسی نہیں مل سکتی جس کے اعمال حیات صفحوں اور مٹی کے ڈھیروں میں نہیں، بلکہ کروڑوں زندہ انسانوں کے اعمال کے اندر سے اپنی حیات کا ثبوت دے سکتے ہوں۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو دنیا کے سامنے اسوۂ ابراہیمی کی لازوال زندگی کا کیسا عجیب منظر ہوتا ہے۔ جب کہ تاریخ کئی ہزار برس آگے بڑھ کر لوٹتی ہے۔ تاکہ اسلام کے واعظ اوّل کی زندگی کو ایک مرتبہ پھر دہرا دے۔ لاکھوں انسانوں کا مجمع ہوتا ہے۔ جن میں سے ہر وجود پیکر ابراہیم بن جاتا ہے۔ اور "مقام خلّت" کی سلطنت تعیّن اور تشخیص کو فنا کر کے اس پورے مجمع کو ایک ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام کی صورت میں نمایاں کر دیتی ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۔ (پ ۱۶ ع ۶)

(اور ہم نے ابراہیم اور ان کی اولاد کو اپنی رحمت میں بڑا حصہ دیا۔ اور ان کے لئے اعلیٰ و اشرف (طریق) ذکر خیر دنیا میں باقی رکھا۔)

عید قرباں — اور — فلسفہ حج و قربانی

از علامہ الحاج مفتی محمد عتیق الرحمان صاحب عثمانی دھلی

اسلام میں بڑے مذہبی تہوار دو ہی ہیں۔ عید الفطر اور عید قرباں۔ ان دونوں تقریبوں سے مذہب اسلام کی شاندار روایات وابستہ ہیں۔

عید الفطر روزوں کا شکرانہ اور قرآن مجید کے نزول کی یادگار ہے۔ جس کے نتیجہ میں دنیائے عالم پر ملت محمدی کا ظہور ہوا۔

عید قرباں اس بے مثال تاریخی واقعہ کی یاد تازہ کرتی ہے جو اب سے کم و بیش چار ہزار سال پہلے وادی مکہ میں پیش آیا تھا یعنی امتوں کے پیشوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا کہ اپنے نور نظر کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہے ہیں۔

اللہ کے پیغمبروں پر جو وحی آتی ہے اس کی مختلف قسمیں ہیں، جن میں ایک خواب بھی ہے۔ یہ خواب دو طرح کے ہوتے ہیں۔ تمثیلی اور حقیقی۔ حقیقی اور عینی خواب میں اصل حقیقت صاف اور بے پردہ دکھائی جاتی ہے۔ اور وہی مقصود ہوتی ہے۔

تمثیلی خواب میں حقیقت کو کسی اور پیرایہ میں دکھایا جاتا ہے۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ خواب کہ گیارہ ستارے اور آفتاب و ماہتاب ان کو سجدہ کر رہے ہیں۔ اور یا جیسے ان کو قحط اور خشک سالی کی حالت سوکھی بالوں اور دبلی پتلی گایوں کی صورت میں دکھائی گئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ بعض خواب مثالی صورت میں دکھلائے جاتے ہیں۔ اور تعبیر و بیان کے محتاج ہوتے ہیں۔ بعض ٹھیک ٹھیک مشاہدہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ ان کے سمجھنے کے لئے کسی تفصیل و تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بہر حال خلیل اللہ نے پہلی دفعہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ ابراہیم! اللہ تعالےٰ نے تمہیں اپنے بیٹے کو قربان کر دینے کا حکم دیا ہے۔ صبح ہوئی تو ابراہیم حیرت میں تھے۔ شام تک اس بے انتہا نازک معاملے پر احتیاط سے غور کرتے رہے۔ آٹھویں تاریخ کو یوم ترویہ اسی لئے کہا جاتا ہے۔ ترویہ کے معنی غور و فکر اور تردد کے ہیں۔

نویں تاریخ کی رات آئی تو پھر یہی آواز سنی اور باپ یقین ہو گیا کہ یہ حکم حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ نویں تاریخ ہی کا دوسرا نام "یوم عرفہ" اسی لئے ہے یعنی پہچان اور معرفت کا دن۔

یہاں تک کہ جب دسویں تاریخ کی شب میں بھی یہی کچھ دیکھا تو حکم الٰہی بجالانے کے لئے بلا تامل اکلوتے بیٹے کو قربان کر دینے کا ارادہ کر لیا۔

دسویں تاریخ کو "یوم النحر" کہنے کی یہی وجہ ہے کہ نحر کے معنی ذبح کرنے اور قربان کر دینے کے ہیں یعنی ذبح کرنے کا دن۔

تین رات مسلسل یہی خواب دیکھنے اور یقین کامل حاصل کر لینے کے بعد باپ نے بیٹے کو صورت حال کی نزاکت سے باخبر کیا اور اس کے متعلق مشورہ کرنا چاہا۔ اگرچہ ایسے کھلے ہوئے معاملے میں اب مشورہ کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ پھر بھی اللہ کے رسول نے مشورے کی سنت پر عمل کرنا اس لئے اور بھی مناسب جانا کہ اس طریقے سے بیٹے کی عزیمت اور ثابت قدمی کا امتحان ہو سکتا تھا چنانچہ جیسے ہی نوجوان بیٹے نے بوڑھے باپ کی زبان سے یہ بات سنی ایک لمحہ بس و پیش کئے بغیر پکار اٹھا۔ پیارے باپ اب آپ سوچتے کیا ہیں مالک کا جو حکم ہوا اس کی فوراً تعمیل کیجئے۔ دیر کیوں اور کس لئے۔ ایسے اچھے کام میں مشورے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے متعلق آپ اطمینان رکھیں۔ دیکھئے کس شوق سے اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ ہزار ہزار سلام ایسے باپ اور ایسے بیٹے پر جنہوں نے بعد میں آنے والوں کو ایسے عزم و ہمت اور ایثار و قربانی کا سبق دیا۔

قرآن کریم نے تسلیم و رضا کے اس زندۂ جاوید کارنامے کو اپنے خاص معجزانہ انداز میں اس طرح بیان کیا ہے۔

"جب اسمٰعیلؑ اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے اور اس لائق ہوئے کہ باپ کی ضرورتوں میں ان کا ہاتھ بٹا سکیں۔ تو ابراہیمؑ نے کہا جان پدر! میں خواب دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ تو سوچو اس میں تمہاری کیا رائے ہے۔ بیٹے نے جواب میں کہا۔ ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے اس کو کر گزرئیے خدا نے چاہا مجھے برداشت کرنے والوں اور سہار نے والوں میں پائیں گے پھر جب دونوں نے ہمارا حکم مان لیا اور تسلیم شدہ القیاد کی گردن جھکا دی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا تو ہم نے پکارا۔ اے ابراہیمؑ! بس ٹھہرو اتم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیک

عملوں کو یوں ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شبہ یہ تمہاری کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو اُن کا فدیہ دیا (یعنی بیٹے کی قربانی کے بدلے ایک بڑی قربانی قائم کی) اور بعد کے آنے والوں پر بھی اس کو باقی رکھ چھوڑا۔

ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کا یہ انداز تسلیم و رضا اور جوش فداکاری کچھ ایسا مقبول ہوا کہ اس کو ہمیشہ کے لئے ملی اور مذہبی نشان بنا دیا گیا اور قربانی ایک مستقل سنت قرار پا گئی۔

اسلام کا بہت بڑا اور اہم رکن حج جو ذی الحجہ کی نویں تاریخ (عرفہ) کو میدان عرفات میں ادا کیا جاتا ہے۔ اور جس کے لئے دنیا کے کونے کونے سے لاکھوں انسان اس بابرکت اور نورانی وادی میں بیک وقت جمع ہوتے ہیں اور ایک جذبۂ بیتاب اور ولولۂ بے پناہ کے ساتھ اپنے پروردگار کو یاد کرتے اور اپنی لغزشوں اور ذلتوں کی معافی چاہتے ہیں۔ خدا کے انہی طاعت گذار بندوں کی نہایت متبرک یادگار ہے

حج کے دنوں میں ہر قدم پر "لبیک" کہا جاتا ہے یہ وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان حق سے نکلے ہوئے لفظوں کا ترجمہ ہے یعنی پروردگارا میں آپ کے حکم کی بجا آوری کے لئے حاضر ہوں۔ اے وحدہٗ لاشریک میرا سر ہر وقت آپ کی خوشنودی کے سامنے جھکا ہوا ہے۔

نویں تاریخ کی صبح سے تیرھویں کی عصر تک جو تکبیریں پڑھی جاتی ہیں۔ اور جو اُن دنوں کی نہایت اہم اور خاص عبادت خیال کی جاتی ہے۔ ان کی اصل یوں بیان کی گئی ہے کہ:-

"جب اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے جبرئیل امین " فدیہ کا مینڈھا لے کر حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ابراہیم خلیل اللہؑ حکم خداوندی کی تعمیل (لخت جگر کی قربانی) بعجلت تمام کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کا مقدس فرشتہ اس منظر کو دیکھ کر کہہ اٹھا اللہ اکبر! اللہ اکبر!! خلیل اللہؑ نے جواب میں فرمایا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر جبرئیلؑ و خلیلؑ کی زبان سے صبر و ایثار کے پیکر اسمٰعیلؑ نے جب یہ الفاظ سنے تو اسی حالت میں فرمایا۔ اللہ اکبر وللہ الحمد۔

اس تفصیل کے مطابق یہ تکبیر تینوں بزرگوں کی زبان سے نکلے ہوئے متبرک الفاظ کا مجموعہ ہے جو ایک خاص حالت و کیفیت میں کہے گئے تھے۔

صفا مروہ پہاڑیوں کے درمیان چکر لگانا منیٰ میں چار روز کا قیام اور اس مقام کی خاص خاص عبادتیں بھی کعبۂ محترم کے الٰہی زبانیوں اور تعمیر کرنے والوں کی یاد تازہ کرتی اور پژمردہ دلوں کو حرارت ایمان سے گرماتی ہیں۔

آئیے! تھوڑی دیر کے لئے ہر خیال سے یکسو ہو کر تاریخ عالم کی اس لاثانی شخصیت کے اسوۂ حسنہ کی یاد منائیں جس نے حق کی آن قائم رکھنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اپنی قوم کو چھوڑا۔ عزیزوں ۔ ۔ ۔ ۔ سے ترک تعلق کیا اور حق و صداقت کی پاسبانی کے لئے ہر چیز سے بے نیاز ہو کر کتنی ہی آبادیوں اور کتنے ہی ویرانوں میں برسوں تک بے سہارے پھرتا رہا۔ جس نے آگ میں پڑنا گوارا کیا۔ لیکن اپنے عقیدے پر جس کو وہ حق جانتا تھا۔ پتھر کی چٹان کی طرح جما رہا۔ یہاں تک کہ سالہا سال کی گردش اور مختلف آزمائشوں میں کامیاب ہونے کے بعد آخر عمر میں جب اس کی تمنا اس طرح پوری ہوئی کہ قدرت نے اس کو ایک بردبار، ہونہار بیٹا دیا جو ضعیف العمری ۔ ۔ ۔ بڑھاپے کا سہارا اور خزاں رسیدہ چمن کا ایک ترو تازہ پھول تھا تو اس کو بھی خدا کی راہ میں قربان کر دینے کا حکم ہوا۔ اور مالک کا یہ وفاشعار بندہ خوشی خوشی اس کے لئے آمادہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ جگر پارے کے گلے پر بے تکلف چھری رکھ دی۔

یہ ایک زبردست اور آخری آزمائش تھی جو معبود حقیقی نے اپنے سچے بندے کی کی۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ میرا یہ بندہ جس نے میرے لئے دنیا کی ہر چیز تج دی ہے محبت پدری کو بھی قربان کر سکتا ہے یا نہیں۔

سچ تو یہ ہے ابراہیمؑ بڑا ہی بردبار، بڑا ہی نرم دل اور ہر حالت میں اللہ کی طرف رجوع ہو کر رہنے والا تھا۔ (قرآن حکیم سورہ ہود)

یہ ہے حج اور قربانی کی تاریخ کا ایک مجمل سا خاکہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتاب زندگی کا ایک سبق آموز ورق۔

اب آیئے قربانی کے اصل مقصد اور اس کے فلسفہ پر بھی غور کرتے چلیں۔

رسم قربانی سے مقصد کسی وقت اور کسی حالت میں بھی دوسروں کی دل آزاری نہیں ہے اگر کوئی شخص دوسروں کا دل دکھانے کے لئے قربانی کرتا ہے تو وہ بے شبہ اپنے اس بہترین عمل کو برباد کرتا ہے۔ قرآن مجید نے قربانی کی اصل حقیقت کا روحانیت میں ڈوبے ہوئے ان لفظوں کے ساتھ برملا اعلان کیا ہے۔ کہ

"اللہ تعالےٰ کو گوشت پوست اور ہڈیوں اور خون سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ گل سڑنے والی چیزیں اس کے دربار میں نہیں پہنچتیں۔ جو چیز اس کی بارگاہ میں پہنچتی اور شرف تقرب حاصل کرتی ہے وہ صرف دل کا ادب اور ضمیر کی پاکی ہے"

یعنی جانور ذبح کر کے اس کا گوشت کھانے کھلانے یا اس کا خون گرانے سے تم کبھی بھی اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کی رضا چاہتے ہو تو اپنے اندر صبر، تحمل، نیک عملی اور پرہیزگاری کی روح بیدار کرو۔ اور سوچو کہ جس جوش اور ولولے کے ساتھ تم نے ایک قیمتی جانور اس کی اجازت سے اس کے نام پر قربان کیا اسی جوش و خروش کے ساتھ زندگی کے باقی گوشوں میں بھی ایثار و قربانی کا ثبوت دینے کے لئے آمادہ ہو؟

انسانیت کا احترام، بھائی چارہ کا قیام جذبۂ انتقام سے نفرت، انسانی اخوت و مساوات پر پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت، دعوت امن اور قیام، عدل، کردار کی بلندی اور پاکی، دشمنوں اور برا چاہنے والوں سے بھی حسن سلوک۔ حکمت اور دانائی سے ناگواریوں اور تلخیوں کا مقابلہ، مایوسیوں اور ناامیدیوں کی گھٹا ٹوپ

(باقی بر صفحہ ۲۴)

قسط اول

منکرین حدیث کے استدلالات کیا صحیح ہیں؟

(از جناب نجم الدین اعظمی متعلم مدرسہ دارالعلوم دیوبند سہارنپور)

صحابہؓ کا مقدس دور دنیا کے لئے ایک رحمت تھا اور خصوصاً اسلام کی ترقی جو صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں ہوئی شاید ہی ایسی ترقی کسی تحریک کے علمبرداروں نے اپنی تحریک کو دی ہوگی۔ پھر اس کے بعد تابعین کا دور آیا۔ جس میں اسلام کی ترقی بھی ہوئی اور تنزلی بھی ہوئی۔ فرق باطلہ مثلاً خارجیہ وجہمیہ وغیرہ تابعین ہی کے دور میں صفحہ عالم پر اسلام کے ماننے والوں کی پیشانی پر کلنگ کا ٹیکہ بنے۔

یہی وہ دور ہے جب کہ اموبہ خلافت نے بہت سے محدثین اور علماء زمانہ کو سولی پر لٹکا دیا۔ یہی وہ دور ہے جس میں لاکھوں حدیثیں متعمداً بنائی گئیں اور ان کو بڑی شان اور آن وبان سے عالم اسلامی میں پھیلایا گیا۔ لیکن دوسری طرف مسلمانوں کی ترقی کی یہ حالت تھی کہ ان کے گھوڑے ایک طرف افریقہ کے وسیع وعریض صحرا کو طے کر چکے تھے۔ اور دوسری طرف ان کی فوجی لہریں ہندوستان کے ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔ لیکن ایک دور پھر ایسا آیا جس میں مسلمانوں کا جذبۂ اسلامی ماند پڑ گیا۔ وہ مشعل روحانیت جو برسوں سے سینہ میں فروزاں تھی جھلملانے لگی۔ روز بروز نئی نئی تحریکیں شروع ہوگئیں ہر ایک تحریک کے سربراہوں کا دعویٰ ہمیشہ یہی رہا کہ ہم حق پر ہیں۔ جس کے نتیجہ میں امۃ مسلمہ' امۃ مسلمہ واحدہ نہیں رہی۔ بلکہ امم مسلمات کثیرہ ہوگئی۔ لیکن پھر بھی ایک گروہ ایسا تھا جو سیدھے راستہ سے کج نہیں ہوا۔ اس نے صراط مستقیم کو چھوڑ کر صراط مضلین کو نہیں اختیار کیا۔ جو قرآن وحدیث پر مکمل ایمان رکھتا تھا۔ اور صرف زبانی ہی نہیں بلکہ اس کے قول وفعل ہمیشہ قرآن، وحدیث کے موافق رہے جن نے تمام فرق باطلہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مصنوعی حدیثوں کو ایک ایک کرکے الگ کر دیا۔ اس راہ میں ان کو بہت سی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ کتنوں نے کوڑے کھائے۔ کتنے شہر بدر کر دیئے گئے۔ کتنے تختۂ دار پر چڑھا دیئے گئے۔ لیکن انہوں نے شانِ بلالی کو نہ چھوڑا۔ اور حق پر مضبوطی سے قائم رہے۔

پھر ایک ایسا دور آیا جس میں اسلامی رعب وداب ختم ہو چکا تھا۔ مسلمان حکمران خود معبود وقت بن چکے تھے اور حالت یہ تھی کہ ان سے کوئی ڈرنے والا نہ تھا۔ ایسے وقت میں پھر بہت سی تحریکیں اٹھیں جنہوں نے اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ اب تک کوئی ایسا فرقہ وجود میں نہیں آیا تھا۔ قرآن وحدیث دونوں کا یا کسی ایک کا صراحتہً انکار کر بیٹھے۔ لیکن تیرھویں صدی کے اختتام کے بعد اسلام میں ایسے دو فرقے پیدا ہوگئے جو اپنے کو اہل قرآن اور اہل حدیث کہنے لگے۔ اہل حدیث حضرات پر مجھے اس وقت کچھ لکھنا نہیں ہے۔ ممکن ہے کسی دوسری فرصت میں کچھ لکھوں۔ لیکن دوسرا فرقہ جن کے سربراہوں میں مولوی اسلم صاحب جیراجپوری اور طلوع اسلام کے ایڈیٹر پرویز صاحب قابل ذکر ہیں گرچہ دونوں کے نظریہ میں معمولی سا اختلاف ہے۔ لیکن دراصل یہ ایک شاخ کے دو پھل ہیں جن میں تمایز نہ ہی کرنا اچھا ہے۔ اسی فرقہ کے دلائل اور ان کے پھر استدلال کا رد آج مجھے لکھنا ہے۔ کوشش کروں گا کہ میں اپنے محترم ناظرین کا زیادہ وقت نہ لوں۔

ان کے استدلال کا مدار جہاں تک میں نے تتبع اور تلاش کیا ہے دو ہیں۔

(۱) فن حدیث تقریباً ایک صدی کے بعد مدوّن ہوا۔ (عہ اس لئے غیر معتبر ہے)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد فن حدیث حضرت عمرؓ ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور مسعود میں مدوّن ہوا۔ کیونکہ حدیث کی جتنی بھی کتابیں اس وقت معتبر مانی جاتی ہیں سب کی سب دوسری صدی کے ابتدا میں مدوّن ہوئیں۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے ابن شہاب زہریؒ کو حکم دیا تھا کہ تمام حدیثیں مدوّن کی جائیں جس کے نتیجہ میں تمام حدیثیں چاہے وہ لکھی ہوئی ہوں یا سینہ بسینہ چلی آرہی ہوں جمع کی گئی۔ جن کا مجموعہ کئی اونٹوں پر لادا جاتا تھا۔ پھر اس کے بعد تائید غیبی سے بڑے بڑے محدثین پیدا ہوئے۔ جو آج بھی آسمان حدیث کے ماہ وانجم شمار کئے جاتے ہیں۔ اسی پر منکرین حدیث کو موقع مل گیا۔ اور انہوں نے اسی پر اپنے مذہب کی بنیاد کھڑی کر دی۔ اور مذکورہ بالا استدلال کرنے کے مرتکب ہوئے۔

استدلال ۲۔ احادیث میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ ان کی معتد بہ مقدار مصنوعی ہیں۔ اس لئے معتبر نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ کوئی حدیث تارک صلوٰۃ متعمداً کو کافر کہتی ہے اور کسی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف کلمہ توحید کا اقرار کر لینا ہی نجات کے لئے کافی ہے کسی حدیث سے ہر پانی پاک ثابت ہوتا ہے اور کسی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ پانی جس میں نجاست گر جائے اور ماء راکد ہو نا پاک ہو جائے گا۔

یہ دو استدلال منکرین حدیث یا اہل قرآن کے استدلالات کے مدار ہیں۔ انہیں دو اینٹوں پر ان کی انکار حدیث کی ملمع عمارت کھڑی ہے۔ انہیں کے تحت ان کے تمام اعتراضات ہوتے ہیں۔ کہیں بظاہر دو متعارض حدیث کو دکھا کر عوام کو اور سادہ لوح انسانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ کہیں چپکے سے کہتے ہیں۔ یار فن حدیث تو سو سال بعد مدوّن ہوا۔ اس کا کیا اعتبار ہوگا۔ جس سے مسلمانوں کا سادہ لوح طبقہ اور خصوصاً انگریزی داں طبقہ جو مذہب کے بارے میں تقریباً سادہ لوح ہی ہے ان کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس جاتا ہے۔ اور صرف قرآن کی اتباع میں سینکڑوں ان قیودات سے جو اسلامی ہیں چھٹکارا پا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس مذہب کی جانب مائل ہو جاتا ہے کہ خدا بھی مل جائے اور وصالِ صنم بھی حاصل ہو جائے۔

پہلے اعتراض کے متعلق کیا میں منکرین حدیث سے دریافت کر سکتا ہوں کہ جو فن ایک صدی بعد مدوّن ہو وہ غیر معتبر ہے۔ دنیا میں جتنے فنون ہیں کیا وہ خلقِ آدم کے وقت ہی مدوّن ہوگئے تھے۔ کیا فنِ تاریخ ابتدائے آفرینش سے ہی لکھا جا رہا تھا۔ کیا فنِ کتابت چند ہی سالوں میں اس درجہ پہنچ گیا۔ کیا فنِ تحریر وتقریر چند ہی برسوں میں مدوّن ہو گیا۔ دنیا کا کون فن ہے جس کو مدوّن ہوتے ہوئے اور ارتقائی منزلیں طے کرتے ہوئے سینکڑوں برس نہ گزر گئے ہوں۔ اگر کوئی فن ہے تو ذرا بتایئے۔ کوئی ثبوت دیجئے۔ تو کیا ہر فن غیر معتبر ہے۔ فنِ حدیث نے آپ کا کیا بگاڑا تھا۔ وہ آپ سے روپیہ اور پیسہ تو نہیں مانگ رہا تھا جس کی وجہ سے آپ اس قدر غصہ میں آگئے اور حکم صادر فرما دیا کہ چل تیرا ہمارے حضور میں گزارا نہیں۔ کیا آپ تاریخ کو معتبر قرار نہیں دیتے۔ تاریخ فرشتہ وتاریخ ابن خلدون کیا آپ کے نزدیک غیر معتبر ہیں۔ حالانکہ وہ ابتداء آفرینش سے لاکھوں سال بعد لکھی گئی ہیں۔ اور جب آپ ان فنون کا اعتبار کرتے ہیں جس میں تھوڑی سی تحقیق کی گئی ہے۔ تو پھر فن حدیث سے کیوں دشمنی رکھتے ہیں۔ للّٰہ کچھ تو سوچئے؟

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ فنِ حدیث میں اختلاف بہت زیادہ ہے۔ اس لئے غیر معتبر ہے۔ محترم! بات کہہ دینا آسان ہے کسی چیز پر سیدھی ٹیڑھی تنقید کر دینا چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو کوئی مشکل نہیں۔ لیکن عقل سلیم روحانیات میں اور مشاہدہ مادیات میں دو ایسی چیزیں ہیں جو کھرے سے کھوٹے کو الگ کر دیتی ہیں۔ کور چشم کتنا بھی کہے کہ سورج نہیں نکلا ہے۔ لیکن لوگ نہیں تسلیم کر سکتے۔ اس کو اگر تسلیم کرے گا تو اندھا ہی تسلیم کرے گا۔ محترم آپ کی بات وہی تسلیم کر سکتا ہے جو ذہن کے اعتبار سے اندھا ہو جسے قرآن وحدیث کی بصارت نہ دی گئی ہو۔ کبھی دین کی آنکھ رکھنے والا آپ کی بات پر سر نہیں جھکا سکتا۔ آپ کہتے ہیں کہ حدیث میں اختلاف ہے اس لئے اس کا کوئی

(باقی صفحہ پر)

اعتبار نہیں جن چیزوں میں اختلاف ہے کیا ان کا اعتبار نہیں ہوتا۔ کیا آپ اصول فقہ و اصول تفسیر کا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ان دونوں میں بہت اختلاف ہے۔ خود فن تفسیر میں کتنا اختلاف ہے فقہ و تفسیر سے قطع نظر کیجئے دنیا کے فنون کو دیکھئے۔ فن طب جس سے آپکو روز سابقہ پڑتا ہوگا۔ کیا آپ ایک حکیم کے نسخہ کو اسلئے غیر معتبر قرار دینگے کہ فن طب میں بہت اختلاف ہے کیا ایک ڈاکٹر کے انجکشن کو اسلئے مہمل قرار دینگے کہ فن ڈاکٹری میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ یقیناً آپ ایسا نہیں کرسکتے تو پھر فن حدیث کے متعلق ایسا کیوں کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ منکرین حدیث کے تمام اعتراضات بالکل غلط ہیں۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا سطور سے امید ہے کہ معترضین کے اشکالات حل ہوگئے ہوں گے لیکن ہمارے دلائل کیا ہیں ان کو کسی اگلی اشاعت میں ملاحظہ فرمایئے۔ فقط والسلام +

اَلْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُكَ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ آپ کے لئے تمام تعریف ہے آپ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اس کے قائم رکھنے والے ہیں اور تیرے لئے شکر ہے کہ تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ کہ ان میں ہے سب کا پروردگار ہے اور آپ کے لئے تعریف ہے کہ آپ آسمانوں اور زمین کا نور ہیں اور آپ کے لئے تعریف ہے آپ حق ہیں آپ کا وعدہ اٹل ہے آپ کی ملاقات حق ہے آپ کا قول حقیقت ہے جنت حق ہے دوزخ شدنی ہے۔ انبیاء کرام برحق ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں قیامت ہونی ہے۔ اے پروردگار! میں نے اپنے آپ کو تیرے حوالہ کیا اور تجھ پر ایمان لایا۔ اور آپ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف متوجہ ہوا۔ آپ کی مدد سے میں نے اپنے دشمنوں سے جنگ کی اور تیری عدالت میں اپنا معاملہ پیش کیا پس آپ میرے پہلے اور پچھلے گناہ بخش دیجئے۔ اور جو پوشیدہ طور پر کئے اور جو کھلم کھلا کئے (گناہ) آپ ہی آگے بڑھانے والے ہیں اور آپ ہی پیچھے ہٹانے والے ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

★ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو فرماتے اللّٰھم لک الحمد آخر تک —
بخاری و مسلم ۱۲ مشکوٰۃ
(باب مایقول اذا قام من اللیل)

فائدہ:۔ اس وظیفہ کو ہمیشہ پڑھنا چاہئے اور اگر کوئی نمایاں غلطی ہو جائے تو اس کو مزید کثرت سے پڑھنا چاہئے۔ یہاں تک کہ سکون و اطمینان قلب حاصل ہو جائے اور اگر کسی وقت عبادات کی طرف توجہ نہ ہوتی ہو تو اس کی کثرت بہترین عمل ہے۔ دعا فرمادیں کہ خداوند کریم ہم سب کو نیکی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادیں خصوصاً احقر کو بھی۔ آمین۔

عید کی خوشی میں

از جناب محمد شعیب صاحب میانعلی ضلع شیخوپورہ

زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ حج کے بعد منیٰ شریف میں میلا لگایا کرتے تھے جس میں علاوہ فواحش و منکرات کے اپنے آباؤ اجداد کی تعریف میں قصیدے پڑھا کرتے تھے۔ جب اسلام کا درخشندہ آفتاب طلوع ہوا۔ تو حق تعالے نے اس قبیح رسم کی یوں اصلاح فرمائی۔ فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ ترجمہ۔ پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام کو تو یاد کرو اللہ کی جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ "ان کا قدیم دستور تھا کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں تین روز قیام کرتے اور بازار (میلہ) لگاتے۔ اور اپنے باپ دادا کے فضائل اور بڑائی بیان کرتے۔ سو اللہ تعالے نے اس سے روکا اور فرمادیا۔ کہ ان دنوں میں اللہ تعالے کی بڑائی بیان کرو"۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ہر وقت یادِ الٰہی اور ذکر حق تعالے عموماً کرنا چاہئے۔ مگر عیدین میں زیادہ سے زیادہ یاد الٰہی پر مداومت کرنی چاہیئے۔ اور خلاف شرع کاموں سے ہمیشہ کے لئے عموماً اجتناب کرے۔ اور عیدین میں خصوصاً فواحش اور منکرات سے بچے۔ کہ یہ ایام خصوصی رحمت حق تعالے کے ہیں۔ ان ایام میں زیادہ سے زیادہ رحمت الٰہی سے حصہ لے۔ اب حدیث شریف بھی ملاحظہ ہو:۔

عَنْ نُبَيْشَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ اَيَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَّذِكْرِ اللّٰهِ ط

ترجمہ:۔ حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے۔ کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایام تشریق (۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ذی الحجہ) کھانے پینے اور ذکر الٰہی کے ایام ہیں۔ دیکھا آپ نے حضورؐ نے یہ نہ فرمایا کہ کھانے پینے اور کھیلنے کے ایام ہیں۔ بلکہ کھانے پینے اور ذکر الٰہی کے ایام فرمایا۔ اب قرآن حکیم اور حدیث پاک دونوں سے یہ مسئلہ صاف نکل آیا کہ عیدین میں میلہ لگانا یا دیکھنا۔ یا ایسے ہی دوسرے منکرات میں ان ایام کو گزارنا ایک مسلمان کے لئے قطعاً جائز نہیں۔ مگر آیئے آج اپنے آپ کو بھی دیکھیں کہ ہم عیدین میں کیا کرتے ہیں۔ خدا جھوٹ نہ بلائے۔ تو یقیناً کہتا ہوں کہ ہر عید سے ہفتہ دو ہفتہ پہلے سینما اور تھیٹر کے اشتہارات اور پوسٹر چھپ جاتے ہیں۔ جن میں جلی حروف سے لکھا ہوتا ہے۔ عید کی خوشی میں۔ یعنی عید کی خوشی میں آپ کو فلاں فلاں گندی اور فحش فلم دکھائی جائے گی۔ جس قدر زیادہ بے ہودہ اور گندی فلم ہو۔ وہ عید میں دکھائی جاتی ہے۔ دکھانے والے بھی مسلمان اور دیکھنے والے بھی مسلمان اور جو منع کرے وہ دقیانوسی خیالات کا وہابی اور بے ایمان۔ استغفر اللہ العظیم۔

برادرانِ اسلام! ایک طرف ارشادِ خداوندی اور فرمان نبویؐ ملاحظہ فرمایئے۔ اور دوسری طرف اپنے اعمال کا موازنہ کیجئے۔ جو دن زیادہ سے زیادہ ذکر اور فکر کے تھے۔ وہ ایسے خواہشات اور منکرات میں گزار دیئے جائیں۔ خدا تعالے کے کھولے ہوئے رحمت کے دروازہ کو ہم خود اپنے پر بند کریں اور پھر بھی مسلمان کہلوائیں۔ خدارا اس دو رنگی سے باز آیئے۔ اور صحیح معنوں میں مسلمان بننے کی کوشش فرمایئے۔ ؎

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

ایک اور فرمانِ نبویؐ سنئے:۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ ط

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کوئی مومن (اور کامل مسلمان) نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اپنی خواہشات کو میرے فرمودات کے تابع نہ کردے۔

جب تک ہم اپنی تمام خواہشات کو ارشادات نبویؐ کے تابع نہ کریں۔ اسلام اور ایمان کا دعوٰے غلط ہے۔ آیئے گزشتہ را صلوٰۃ اور آئندہ را احتیاط کے اصول پر کاربند ہوں اور مضٰے ما مضٰے کی حق تعالےٰ سے صمیم قلب سے معافی مانگیں اور اس عید کو اور اس کے بعد ہر بزرگ اور مبارک دن کو حق تعالے کے فرمان کے مطابق اور رحمۃ اللعالمینؐ کے ارشاد کے موافق گزاریں۔ تاکہ حق تعالے ہمیں بھی اپنی رحمت میں ڈھانپ لیں

رَبَّنَا تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ تَوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ فقط +

بیٹی کی رخصتی

(چونکہ صاحب سخن پردہ نشین ہے۔ اس لئے ہم ان کا نام ظاہر نہیں کر سکتے۔ نظم شکریہ کے ساتھ ہدیہ قارئین کرام کی جا رہی ہے۔ مدیر)

اے جانِ پدر، لختِ جگر، نورِ نظر سن — اے گھر کی بہار، اے گلِ تر، رشکِ قمر سن
تو زینت کاشانۂ مادر ہے میری جان — تیرے ہی قدم سے مرا گھر، گھر ہے میری جان
گلزارِ محبت کی تو معصوم کلی ہے! — تو ایک کرن ہے جو ابھی پھوٹ رہی ہے
فانوس کے پردے میں ابھی ہیں ترے جلوے — تاروں سے ابھی لپٹے ہوئے ہیں ترے نغمے
اِک موج ہے جو سینۂ دریا میں نہاں ہے — یا قلب مؤذن کی اِک آسودہ اذاں ہے

گو باپ کو اک لمحہ نہیں تاب جدائی
فطرت کا مگر دین یہی ہے میری بیٹی

احکامِ خدا ہیں یہی سنت ہے نبیؐ کی — خاتونِ بہشتی بھی تو زینت تھیں علیؓ کی
واجب ہے تجھے شوہر دیندار کی طاعت — اُس کیلئے بن جائے رفاقت تیری جنت
سسرال میں ہر ایک کا دِل ہاتھ میں لینا — اس کشتیٔ ہستی کو بہت صبر سے کھینا
ہر لمحہ رہے دھیان بس احکامِ خدا پہ — ہو پیشِ نظر سیرت و کردار پیمبرؐ
منظور ہے گر دین بھی دنیا بھی بنانا — قرآن کے ہر حکم پہ سر اپنا جھکانا
افکار میں، اخلاق میں، اطوار میں، گھر میں — ہو اُسوۂ ازواجِ نبیؐ تیری نظر میں
اعمال بھی صالح ہوں اور ایمان بھی محکم — دامن سے جھلکتی ہو ترے عصمتِ مریمؑ
ہمرازِ نبیؐ عائشہؓ پاک کی صورت — سینہ ہو ترا مخزنِ اسرارِ شریعت
آغوشِ محبت تری صد رشکِ جہاں ہو — اے کاش کہ تو سیدہ پاک سی ماں ہو
تعلیم و تربیت میں یہ بات چھپی ہو — اولاد تری پیروِ اولادِ نبیؐ ہو
جو مطلعِ انوار ہوں ظلمت کی فضا میں — ہر قطرۂ خون جن کا بہے راہِ خدا میں

اللہ جنہیں سونپ دے خود اپنی نشانی
جو کفر کے ماحول میں ہوں دین کے بانی

قربانی کا معاشی پہلو

از حکیم شمس الدین احمد قریشی ٹیکسلا

آجکل اینگلو پاکستانی ملاؤں نے اسلامی شعائر و مسائل، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی نکاح و طلاق، شادی و بیاہ وغیرہ کی وہ شکل و صورت جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں عملاً قائم فرما کر گئے۔ اور جس پر اربوں مسلمان ۱۳۷۵ سال کے زمانے سے عمل پیرا ہیں۔ اس کی حقیقت کو مسخ کرنے کی سعی غیر مشکور کر رہے ہیں۔

ان شعائر و مسائل میں مسئلہ قربانی بھی ہے اس کے خلاف اس طائفہ نے کافی زہر اگلا ہے۔ اور اس کی عظمت و اہمیت کو ختم کرنے کے لئے کئی قسم کے وار کئے ہیں۔

اس مقالہ میں اس کی گنجائش نہیں کہ ہم تمام پہلوؤں پر کچھ عرض کر سکیں۔ یہاں صرف قربانی کے معاشی و اقتصادی گوشوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔ جن کو مذکورہ طائفہ نے کافی کھینچا تانی کر کے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور حساب لگا لگا کر بتایا ہے کہ قربانی سے غریب قوم کا کئی لاکھ روپیہ ہر سال ضائع ہوتا ہے۔

اینگلو پاکستانی ملاؤں نے قربانی پر صرف ہونے والی رقوم کا حساب تو جھٹ سے لگا لیا اور ساتھ ہی فتویٰ بھی صادر کر دیا کہ قربانی کرنے سے روپیہ ضائع ہوتا ہے مگر، ادھر نظر نہ ہوئی کہ ہر سال پاکستان کے ایک ایک شہر میں لاکھوں روپیہ کی شراب فروخت ہوتی ہے۔ چرس، افیون میں قوم کا کتنا نقصان ہوتا ہے۔ چھبیس کروڑ ۲۶ لاکھ چھ ہزار دو سو روپیہ کا تمباکو غریب قوم استعمال کرتی ہے۔ قحبہ خانوں اور فحاشی کے اڈوں میں روزانہ کتنے ہزار روپیہ برباد ہوتا ہے سینماؤں میں معاشی لحاظ سے بدحال قوم اپنی متاع گراں قدر کو پانی کی طرح بہا رہی ہے۔ بیرونِ ممالک سے آنے والے سامان تعیش سرخی۔ پاؤڈر۔ غازہ۔ کریم وغیرہ پر کتنا قومی خزانہ تباہ ہو رہا ہے۔ کرکٹ میچوں اور رقص و سرود کی محفلوں پر کتنی خطیر رقوم شیطان کی بھینٹ چڑھائی جا رہی ہیں۔ اس قسم کے مصارف نے تو غریب قوم کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور نہ ہی انہیں روکنے کی فکر ہے۔ مگر قربانی کے مصارف نے مغربیت پسند طبقہ کے پیٹ میں درد قولنج سے بھی شدید پیچ و خم کھانے شروع کئے ہوتے ہیں۔

اگر اینگلو پاکستانی ملا کے دین میں قربانی اس لئے لغو کام ہے کہ اس پر لاکھوں روپیہ صرف ہوتے ہیں تو اسلام کا کوئی امر بتائیں جس پر کوئی خرچ نہ بیٹھتا ہو۔ کیا حج پر لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے ہر سال نہیں صرف ہوتے۔ ممکن ہے کہ آئندہ چل کر یہ لوگ یہ بھی کہنے لگیں کہ اگر نماز کے اوقات میں محنت و مشقت کی جائے تو روزانہ کی آمدنی بڑھ سکتی ہے اور رمضان کے روزوں کی وجہ سے کروڑوں مسلمان کی قوتیں مضمحل ہو کر آمدنی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس لئے روزہ نقصان دہ ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک الکفر و طغیان)

تو کیا روپیہ کی فکر میں ہمیں اسلام سے دستبردار ہونا چاہیئے۔

اس گروہ کو چاہیئے کہ ایک اور حساب لگائے اور مسلمان قوم کو اربوں روپیہ کے خسارہ سے بچائے یہ جو پاکستان کے ہر شہر میں سینکڑوں مسجدیں اور پورے پاکستان میں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں بھلا کلبوں کی موجودگی میں ان کی ضرورت ہی کیا ہے۔ قومی اجتماعوں کے لئے مساجد کھیں۔ اب وہاں سوائے چند غربا اور بیکار لوگوں کے جاتا ہی کون ہے۔ اس لئے نئی مساجد کا بنانا بند کیا جائے اور پرانی مساجد کو فروخت کر کے قومی کاموں کے لئے اربوں روپیہ جمع کر لیا جائے۔ اگر حساب کی اس شیطانی آنت کو پھیلایا جائے۔ تو پورے کا پورا اسلام اس کی زد میں آ جائے گا جس مسلمان کا ایمان مغربیت کی لعنت سے محفوظ رہ گیا ہو۔ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم کے ایک حکم کے مقابلے میں دنیا کے تمام خزانے جوتے کی ایک ٹھوکر کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

قربانی کے فائدے

(۱) سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قربانی جان کی بدل ہے اور جان کا بدل مال نہیں ہو سکتا اور دوسری بات یہ ہے کہ قربانی میں دو چیزیں ہیں۔

(۱) جسم (۲) روح

قربانی کی روح تو تقرب الی اللہ اور خوشنودی خدا اور ایثار نفس وغیرہ ہے۔ مگر یہ روح اس مخصوص بدن کے بغیر نہیں مل سکتی۔ مثلاً آنکھ کان وغیرہ ہر چیز میں جان اور روح ہے۔ آنکھ کی روح تو بصارت ہے۔ اور جسم آنکھ کا خانہ اور آنکھ کی تپلی وغیرہ ہیں۔ اب اگر کوئی احمق یہ کہے کہ مجھے تو صرف نگاہ کی ضرورت ہے۔ آنکھ کے اس ڈھانچے اور گوشت کا کیا فائدہ کوئی عاقل اس شخص کی اس تقریر و تحریر کو خواہ کیسی ہی دلپسند و دلفریب ہو قبول نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ بصارت کے لئے آنکھ مخصوص ہے۔ سماعت کے لئے کان مختص ہے۔ کان سے دیکھا نہیں جا سکتا اور آنکھ سے سنا نہیں جا سکتا۔ ایسا ہی جو فوائد قربانی کے جانور کے ذبح کرنے سے ہیں وہ مال دینے سے نہیں حاصل ہو سکتے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم مال کے خرچ کرنے کا ہے۔ وہاں جانور کا ذبح کرنا بے فائدہ ہوگا۔

(۲) وہ غربا و مساکین جو سال بھر نان شبینہ تک کے محتاج رہتے ہیں گوشت جیسی نعمت سے انہیں بہرہ ور ہونے کا کب موقع ملتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے امراء پر قربانی کو ضروری قرار دیا۔ تاکہ غرباء کے لئے چند روزہ خاص قسم کی ضیافت کے بن جائیں۔

(۳) لاکھوں دیہاتی کسان جن کا ذریعہ معاش ہی جانوروں کا پالنا ہے۔ قربانی کے موقع پر فروخت کر کے اپنے اہل و عیال کی ضروریات فراہم کر سکیں۔ کہ ہزاروں قصاب اور مزدور محنت کر کے اجرتوں کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

(۴) کھالوں کو ادھر ادھر منتقل کرنے والے مزدوروں کے لئے کمائی کا اچھا خاصا موقع ہوتا ہے۔

(۵) قربانی کی کھالوں سے لاکھوں یتیم اور بیواؤں کو اپنی ضروریات پورا کرنے کا موقع ملتا ہے۔

(۶) چمڑے کی تجارت سے ملک کے ہزاروں افراد فائدہ حاصل کرتے ہیں

(۷) چمڑے کو دباغت دینے والے کارکن نفع حاصل کرتے ہیں۔

(۸) جانور کی ہڈیاں تک بھی ضائع نہیں جاتیں ان سے بھی کئی قسم کی مصنوعات تیار کی جاتی ہیں۔ اور ہڈی کا ایک ماشہ تک ٹکڑا بھی بیکار نہیں جا سکتا اسے بھی کھاد میں استعمال کیا جا سکتا ہے

(۹) اگر ایک بھی فائدہ نہ ہوتا تب بھی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہونے کے لحاظ سے یہ اتنا بڑا قیمتی عمل ہے کہ اس کے مقابلے میں ساری دنیا کے فائدے بھی ہیچ ہیں۔

اس سلسلے میں مزید معلومات اور اعتراضات کے جواب کیلئے ہمارا رسالہ مسائل قربانی دارالاشاعت تبلیغ ٹیکسلا سے تین آنے میں حاصل کر کے پڑھیں انشاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔

حج بیت اللہ یعنی دعوت مشاہدہ

(از جناب ماسٹر لال الدین صاحب اختر گر شاہکوٹ)

حضور پُرنور شافع یوم النشور کے دین کا ہر شعبہ لاتعداد برکات و سعادات کا حامل ہے۔ اور ہر عمل وصول الی اللہ کا ضامن نظر آتا ہے۔ یہ وہ رستہ ہے جس پر لاکھوں پاکیزہ فطرت انسانوں نے چل کر خدائے دوجہاں کی رضا کا تمغہ حاصل کیا۔ اور پھر ان لوگوں نے اسلام کی اس شمع بے دود کو ہر محفل میں روشن کرنے کے لئے مصائب و آفات کے کوہساروں کو ریزہ ریزہ کر کے اور خارزار صحراؤں میں بھوکے پیاسے سفر کر کے اپنے مقصد عظیم کی تکمیل کی۔ اور سب سے آخر میں سید الانبیاء وہ نیر اعظم بن کر تشریف لائے جس کی رسالت کی کرنوں نے قلوب و ارواح کی دنیا کے ہر گوشے کو ضیا آشنا بنا دیا۔ اعتقادات وہ پیش کئے۔ کہ بندوں کو جھوٹے خداؤں سے توڑ کر ایک معبود حقیقی سے جوڑ دیں عبادت کے ڈھنگ وہ سکھائے کہ گنہگار سے گنہگار بندے کو ایزد متعال کی رحمت کا امیدوار بنا دیں۔ اور ساتھ ہی بڑے سے بڑے عابد کو بھی خدا تعالیٰ کی شان صمدیت سے ہراساں اور ترساں رکھیں۔ اور ادھر معاملات میں وہ مبارک تعلیم دی۔ کہ انسانی ذہن فوراً مان جاتے کہ فی الواقع اسلام ہی وہ ضابطہ حیات پیش کر سکتا ہے۔ جس کے توسل سے تمام دنیا میں امن و آشتی کو ارزاں کیا جا سکتا ہے۔

اسلام کی جملہ عبادات میں حج بیت اللہ شریف بھی ایک ضروری فریضہ ہے۔ مگر اس کے لئے شرط ہے وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل علیہ السلام اور ذبیح اللہ علیہ السلام سے تعمیر کعبہ کے بعد حکم دیا۔ کہ اے میرے خلیل وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ الخ

لوگوں کو میرے گھر کی زیارت کا پیغام پہنچا دے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا مَا یَبْلُغُ صَوْتِیْ (الٰہی میری آواز تو نہیں پہنچے گی) تو ارشاد خداوندی ہوا کہ علیک الاذان وعلینا البلاغ (تیرا کام پکارنا ہے اور پہنچا دینا میرا کام ہے) لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر تمام اولاد آدم کو پکارا۔ یہ پتھر آج تک موجود ہے اور مقام ابراہیم کہلاتا ہے۔ قرآن عزیز نے جہاں کعبۃ اللہ کی عظمت و رفعت کو مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے وہاں یہ بھی ارشاد ہے کہ:۔

فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰہِیْمَ

(یعنی مقام ابراہیم ہماری رفعتوں اور شوکتوں کے روشن نشانات کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے)

اب حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی پکار کے دور رس اثرات پر نگاہ ڈالیئے۔ کہ اس وقت مسلمانوں کی آبادی ۲۷ کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت و طواف کے لئے تمام دنیا کے مختلف گوشوں کے انسان صحراؤں۔ دریاؤں اور سمندروں کو چیرتے ہوئے بحری۔ بری اور ہوائی سفر کی مصیبتوں کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے اپنے گھروں سے دور۔ اپنے عزیز و اقارب سے آخری ملاقات کر کے۔ بغلوں میں کفن دبائے ہوئے۔ خدائے قدوس کی محبت کا دم بھرتے ہوئے۔ دیوانہ وار ریگستان عرب کی طرف چل پڑتے ہیں۔ دولت ساتھ اس لئے جا رہے ہیں کہ یہ دنیاوی سرمایہ شاہد حقیقی کی راہ میں لٹ جائے۔ اور ساتھ ہی اس کے حکم کی بجا آوری بھی ہو جائے ارشاد ہے۔ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی

(زاد سفر وہ لے کر چلو۔ اور پرہیزگاری سے بہتر اور کوئی زاد راہ ہو نہیں سکتا)

مقصد یہ ہے کہ جیب میں درہم و دینار رہیں۔ تو دل میں نعیم ایمان کا مہر منور ضیا بار ہو رہا ہو۔ آنکھوں میں اضطراری طور پر خدائے وحدہٗ لاشریک کے عشق میں اشکوں کا ایک طوفان امنڈ رہا ہو۔ رستے کی ہر منزل جذب و جنوں میں اضافہ پیدا کر رہی ہو۔ ہر مصیبت کو مسکراتے ہوئے جھیلے۔ اور اپنے مقصود بالذات کی صحبت میں اس قدر محو ہو۔ کہ ماسوی اللہ کو کلیتہً فراموش کر دے۔

ندادہ حق ہر چہ پیش آید نکو
مرحبا نامہربانیہائے دوست (اقبال)

اگر انسانوں کی دنیا میں عاشق مجازی کچے گھڑے پر دریا کو عبور کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا عاشق اپنے مالک حقیقی کے دربار میں پہنچنے کے لئے لوہے کے جہاز میں بیٹھ کر اپنے صدہا ہمراہیوں کی معیت میں کیوں گھبرائے۔

اب میقات حرم پر پہنچ کر اپنا عام لباس اتار دے اور سیدنا خلیل الرحمٰنؑ کے لباس کو پہن لے اور خدائے قدوس سے دعا کرے۔ کہ الٰہی میں تیرے حکم سے صرف اپنا لباس ہی تبدیل کر سکتا ہوں۔ مگر تو اپنے فضل عمیم سے میرے دل کو مقام خلت کے قدسی پرتو سے فیضیاب بنا دے۔

مسلمانو آزما کر دیکھ لو کہ اس لباس میں اور اس نیت سے حاضر ہونے والوں کو ساحل عرب اور سرزمین حجاز کا ذرہ ذرہ خدائے دوجہاں کی محبت کا پیغام دیتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ زہے قسمت! زہے نصیب کہ ایک سیاہکار بندہ مکہ مکرمہ کی اس بستی کی طرف جا رہا ہے۔ جہاں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی کے ترپن سال گزارے۔ حلیمہ سعدیہ کے بدوی گھرانے میں پرورش پائی۔ وہاں بکریاں چرائیں۔ اور جوانی کے مبارک دن بسر کئے۔ بقول حفیظ

جہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے تھے محمدؐ کے

خیر حرم پاک میں پہنچ کر جب پہلی نظر غلاف کعبہ پر پڑے۔ تو اپنی زندگی کی نہایت پاکیزہ ترین خواہش کو عاجزانہ خدائے قدوس کے حضور میں پیش کرے اب آگے بڑھے اور نہایت بے قراری سے والہانہ انداز میں اپنی محبت کا اظہار کرے۔ مگر یاد رہے کہ کعبۃ اللہ کو معبود، مسجود۔ اور مطلوب نہ سمجھے۔ باقی سب طرح پاکیزہ جذبات کا اظہار جائز ہے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ واسطہ کو مقصود و مسجود سمجھنا کفر و شرک ہے۔ باقی اور سب برتاؤ کی اجازت ہے۔

طواف۔ حرم پاک کے ارد گرد دیوانہ وار گھومے دعائیں مانگے۔ بار بار ملتجیانہ نگاہوں سے خالق دوجہاں کے گھر کی طرف دیکھے اور پاس ادب سے پھر گردن کو جھکا لے۔ دیواروں سے لپٹے۔ غلاف کو چومے حجر اسود کو بوسہ دے۔ اور پھر ملتزم پر کھڑے ہو کر آہ و فریاد سے دل کی خوب حسرت نکالے۔

یاد رہے حجر اسود کی تقبیل پر حضورؐ نے فرمایا تھا۔ اے عمرؓ یہ رونے کا مقام ہے۔ اور جب مڑ کر دیکھا تو حضرت عمرؓ رو رہے تھے۔ اس مبارک پتھر کو یمین اللہ بھی کہتے ہیں۔ اس کی تقبیل محبوب حقیقی سے مصافحہ کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ بیت اللہ شریف اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک ظاہری نشان ہے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احرام باندھنا مشاہدہ کی تیاری ہے۔ رمضان المبارک کے روزے۔ نوافل اور باقی شب بیداریاں مجاہدہ ہیں۔ ہر مجاہدہ کے بعد مشاہدہ کی دعوت دی جاتی ہے۔

خیر طواف کعبہ کے بعد مقام ابراہیم پر چند نفل پڑھے اور دعا مانگے۔ آب زمزم پئے اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑ لگانے کے لئے چلا جائے۔ صفا و مروہ پر چڑھ کر دعائیں مانگے۔ اور نہایت عاجزانہ دیوانگی سے حرم پاک کی طرف نگاہیں اٹھائے اور اس دردناک ماجرا کو یاد کرے۔ جب حضرت ہاجرہؓ اپنے بچے

کی پیاس بجھانے کے لئے اس وادیٔ غیر ذی زرع میں بھاگتی پھرتی تھیں - اب سعی صفا و مروہ کے بعد ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو منیٰ کی طرف روانہ ہو پڑے اور اگلے دن نماز فجر کے بعد میدان عرفات میں پہنچ جائے یہ توبہ کا میدان ہے - یہ ہر سال لاکھوں مسلمانوں کے نہایت عظیم الشان اجتماع کا مرکز ہے - اس کی مقدس فضاؤں میں لبیک اللّٰھم لبیک کی صدائیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ابد تک اور تا قیام قیامت گونجتی رہیں گی - اس میدان میں جبلِ رحمت کے دامن میں قبلہ رو کھڑے ہو کر رحمتِ یزداں کو اس طرح آکسائے کہ زبان پر ربنا ظلمنا انفسنا کی پکار ہو - اور دل احساسِ گناہ سے پانی پانی ہو رہا ہو - غروب آفتاب تک اس مبارک اجتماع عظیم کے ہمراہ ابراہیمی لباس میں اور ابو البشر علیہ السلام کی انابت و استغفار کے ساتھ دعاؤں میں محو رہے پھر مزدلفہ کو جائے - رات وہاں بسر کرے - اور حتی المقدور عبادت میں مشغول رہے - کیونکہ اس رات کی عبادت اپنی فضیلت کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر ہے - بالفاظ دیگر حاجی ایک دیوانہ ہے - جو عشقِ الٰہی میں دشت و جبل میں پھر رہا ہے - اب صبح کو اٹھ کر منیٰ میں پہنچے - خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کرے - گویا یہ غلامانہ تحفہ ہے - جو ایک گنہگار بندہ کی طرف سے نہایت عقیدت سے مالکِ حقیقی کے حضور میں گذرانا جا رہا ہے - قربانی کے بعد رمی وغیرہ کی ادائیگی مقررہ تاریخوں پر کرتا ہے طوافِ زیارت کے لئے مکہ معظمہ میں بھی حاضر ہو - اور پھر منیٰ میں واپس جا کر ایک رات گذارے - اور صبح کو تیسرے دن کی رمی کے بعد مکہ مکرمہ واپس آجائے -

المختصر سفرِ حج باقی عبادات کی طرح دونوں جہاں کی سعادتوں کا ضامن ہے - سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مبارک زندگی کا ایک عملی نقشہ ہے اور خدا کی راہ میں بیٹے کی قربانی - مال کی قربانی اور حضرت ذبیح اللہ کی زندگی سے والدین کی فرمانبرداری اور حکم خدا کے لئے تسلیم و رضا کا ایک بے نظیر مرقع پیش کرتا ہے

آزادی کے بعد ترقیوں کے طوفان

(۳)

ہمارے اس نوجی ملک میں تقسیم کے بعد جس تیزی انتہائی خطرناک قسم کی وبائی اور دیگر مہلک امراض نے طوفانی حملہ شروع کر دیا ہے - اس کا اندازہ ہسپتالوں - ڈسپنسریوں اور پرائیویٹ معالجین کے رجسٹروں سے کر سکتے ہیں - اس لحاظ سے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ہمارے ملک کی ۸۰ فی صد آبادی امراض میں مبتلا ہے -

امراض میں ترقی

باقی امراض کے اعداد و شمار تو زیادہ تر منظر عام پر نہیں آئے - البتہ تپ دق کے اعداد کو ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور کے ڈاکٹر اے ، ایچ اعوان نے سماجی کانفرنس کے اجلاس میں پیش کرتے ہوئے بتایا - کہ "پاکستان میں ہر سال ۱۰ لاکھ افراد مبتلائے دق ہوتے ہیں - اور دو لاکھ لقمۂ اجل ہو جاتے ہیں"

مذکورہ بالا رپورٹ سے وہ حضرات مستثنیٰ ہیں جو ہسپتالوں میں اپنے علاج کے لئے نہیں پہنچ سکتے اور اسی حالت میں داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہیں -

ملک کا اہل الرائے طبقہ ان امراض کا مقابلہ ہسپتالوں اور ڈاکٹروں کی کثرت سے کرنا چاہتا ہے ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ علم الطب کی ترقی و فروغ کی شدید ضرورت ہے مگر جب تک امراض کے اسباب و علل پر توجہ نہ دی گئی ، کامیابی ناممکن ہو گی -

اسباب امراض میں سے جہاں غیر خالص غذائیں ، سینما اور فحش گانے ، جراثیم وغیرہ ہیں وہاں کچھ روحانی اشیاء بھی ہیں - جن کی نشان دہی پیغمبر آخر الزمان علیہ التسلیمات نے فرمائی ہے -

وَمَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ	کسی قوم میں جب بے حیائی
فِي قَوْمٍ قَطُّ يُعْمَلُ بِهَا	پھل کھلا عمل شروع ہو جاتے تو
فِيهِمْ عَلَانِيَةً إِلَّا ظَهَرَ	ایسی قوم میں طاعون اور وہ بیماریاں
فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ	پھوٹ نکلتی ہیں جو ان کے باپ
الَّتِي لَمْ تَكُنْ فِي أَسْلَافِهِمْ	دادا میں نہیں تھیں -

ہمیں کھلی آنکھوں دیکھنا چاہیئے کہ آج سے پچاس برس پیشتر جن امراض کا نام و نشان تک نہیں تھا - آج وہ موسمی مینڈکوں کی طرح پھیلتی چلی جا رہی ہیں -

اس بوالعجبی کو ملاحظہ فرمائیے کہ ہمارے ارباب حل و عقد امراض کے اسباب و علل ، بے حیائی ، فحاشی وغیرہ کو تو آرٹ و ترقی کے نام سے عام کرنا چاہتے ہیں مگر ان (اسباب) کے نتیجہ میں واقع ہونے والے امراض کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں - شاید اسی موقع کے لیے کسی نے کہا تھا ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ بازمیگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

بے حیائی کی ترقی - تقسیم کے بعد ہماری قوم کے ایک طبقہ نے اس شعبے میں ترقی کے لئے کافی جتن کیے - چنانچہ آج برسرِ بازار عریاں زرق و برق لباس میں ملبوس مسلمان نوجوان عورتیں فوج در فوج چلتی کاٹتی دکھائی دینگی -

سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والی طالبات کے اخلاق و عادات شرم و حیاء کا منظر اگر دیکھنا ضروری سمجھیں تو کسی شہری و مقامی ، لوکل بسوں میں سویرے یا چھٹی کے وقت میں چند فرلانگ سفر کر کے دیکھ لیجئے ، یوں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عملی تجربہ سے محفوظ فرما دے -

ہمارے استاد بھائی محترم حضرت مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی نے بڑے مزے کی بات فرمائی تھی خدا جانے یہ مغربیت پسند عورتیں یتیمات ہیں ، جن کا کوئی سرپرست والی نہیں کوئی غیرت مند بھائی اور باپ نہیں جنہیں یہ حرکات ناگوار گزریں ، واقعی عجب قصہ ہے کہ پارکوں اور شاہراہوں میں جوان عورتیں اجنبی مردوں سے بوس و کنار اور معاشقے میں مشغول ہیں - مگر ان کے بھائی اور باپ خوش و خرم ہیں کوئی پرواہ ہی نہیں غیرت کا ایسا جنازہ نکلا ہے کہ احساس تک بھی نہیں رہا -

جیب تراشی میں ترقی :- اس قسم کے تمام کمالات اپنی ترقی و عروج کے لحاظ سے اوج ثریا سے ہمکنار ہیں - مگر فن جیب تراشی نے جس انداز سے ترقی کی ہے - اس کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہو گی - اچھے خاصے ہوشیار اور جہاندیدہ لوگ بھی اس ترقی یافتہ طبقہ کے ایسے شکار ہوتے ہیں - کہ کیا پوچھنا - دارالسلطنت کراچی میں اس فن کی کافی چہل پہل ہے - کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ کئی کئی واقعات نہ پیش آئیں خاص طور پر حجاج کرام پر اس گروہ کی زیادہ نظر رہی چنانچہ بہت سے عازمین حج کراچی اور کراچی سے ادھر ہی جیبوں کا صفایا کرا کر گھروں کو واپس پہنچ چکے ہیں - بلکہ کراچی میں تو اسی فن کی تعلیم کے باقاعدہ ادارے بھی موجود ہیں -

جیب کاٹنے کا یہ طریقہ بھی معمولی نہیں اس کے لئے بھی کافی مہارت اور ہاتھ و نظر کی صفائی کی ضرورت ہے - مگر فقیرانہ لباس میں جیب تراشی کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے - آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا - کہ کئی ایک دفعہ عاشقان عروس سیم و زر اپنے روپے اور زیور کے اضعافاً مضاعفہ ہو جانے کی لالچ میں اپنے اصل مال سے محروم ہو کر دست بدست ملتے رہ گئے اور بزرگوں اور فقراء کے لباس میں ملبوس لٹیرے رفو چکر ہو گئے -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شانِ ابراہیمیؑ و سنّتِ قربانی

میاں عبدالرحمٰن (لدھیانوی) پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

آج سے چار ہزار برس پہلے ملکِ شام میں جبکہ بُت پرستی کا بازار گرم تھا لوگ خدا پرستی چھوڑ کر بُت پرستی، آتش پرستی، ستارہ پرستی اور خود پرستی کرنے لگے تھے۔ اور وہاں کا بادشاہ نمرود بن کوش خدائی کا دعویدار تھا۔ اُسی زمانہ میں یکایک بُتکدہؑ آذر (بابل واقعہ عراق عرب) سے توحید کی ایک جگمگاتی ہوئی روشنی نمودار ہوئی یعنی باشندگانِ ملکِ شام میں اللہ تعالےٰ نے حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے قوم کی باطل پرستی کے مقابلہ میں کلمۂ حق بلند کیا۔ اور گُم کردہ لوگوں کو راہِ راست کی طرف بلایا۔ اُن کا سلسلۂ نسب نَو واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ حضرت نوحؑ کے بعد مدت تک لوگوں کی حالت اچھی رہی لیکن امتدادِ زمانہ کے سبب اُنکے علم و عمل اور اعتقاد میں فرق آگیا تو اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو مبعوث فرمایا۔

آپ کو توحید میں کامل غیرت، شجاعت اور استقامت بخشی۔ آپ کو ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ کر کے بھیجا۔ آپ نے نہایت حکیمانہ طور سے توحید کے مسائل سکھائے اور شرک کی قباحت و خرابی سمجھائی مگر لوگوں نے آپ کی مخالفت کی۔

حضرت سیّدنا ابراہیمؑ تمام انبیاء علیہم السلام میں نرالی شان اور خلّت کی ادا رکھنے والے انسان تھے اللہ تبارکؔ تعالیٰ نے اِن پر بڑی بڑی نوازشیں کیں۔ آپ ابو الانبیاء اور امام الرّسُل ہوئے ہیں۔ آپ کو اقوامِ عالم کی امامت ملی تھی آپ پانچ اولوالعزم پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر ہیں۔ آنحضرتؐ کے بعد آپ کا درجۂ فضیلت ہے آپ کا لقب خلیل اللہ۔ صِدّیقاً نبیّا۔ امام الموحدین۔ اوّاہ حلیم۔ شاکر۔ حنیف اور منیب تھا۔ تمام دُنیا کے مُشرکین کے مقابلہ میں تنِ تنہا آپ امّتِ عظیمہ کے برابر تھے۔ دو ثلث سے زیادہ بنی آدم آپ کو پیشوا تسلیم کرتے ہیں یہود۔ عیسائی اور مشرکین آپ کی عظمت کے معترف ہیں حالانکہ آپ یہودی تھے اور نہ نصرانی۔ اہل اسلام پنجگانہ نمازمیں آپ پر درود بھیجتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو ابتدائے عمر ہی میں نورِ نبوّت سے منوّر کیا۔ آپ فطری طور پر بہت ذہین اور فہیم تھے اور بلوغت سے پیشتر عقل و دانش سے بہرہ مند ہو چکے تھے زُہرہ ستارے، چاند اور سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر فرمایا کہ یہ سب چیزیں فانی ہیں یہ ربِّ قدیر کی شان نہیں دراصل رب وہی ہو سکتا ہے جو ہر قسم کے نقائص سے مُبرّا و منزّہ ہو۔ آپؑ نے آفتاب کی دلیل پیش کر کے مغرور و احمق نمرود کو لاجواب کیا وہ اپنے آپ کو سلطنت کے غرور میں سجدہ کرواتا تھا۔ آپ نے سجدہ نہ کیا اور فرمایا کہ میں تو اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔

آپ کو آسمان و زمین کے ملکوت (اندرونی انتظام) کا مشاہدہ کرایا گیا۔ دُنیا میں وہ پھلے پھولے اُن کی نسل میں برکت دی گئی۔ دارالآخرت میں بلند مقام پر پہنچے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ کی نسل میں سے ہیں۔ اور آپ کی ملّت پر مبعوث ہوئے۔ گو شریعتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ آپ کی اولاد میں نبوت اور کتابِ الٰہی کا سلسلہ باقی رہا۔ اس لئے آپ کو ابو الانبیاء اور امام الرُسُل کہا جاتا ہے۔

نجومیوں کی پیشگوئی پر نمرود نے صدہا بچے قتل کرائے۔ کیونکہ اُنھوں نے بتا دیا تھا کہ عنقریب ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو شاہی مذہب کی مخالفت کرے گا۔ اور بُتوں کو توڑے گا۔ آپ کی والدہ نے خفیہ طور پر شہر کے قریب ایک غار میں جا کر وضع حمل کیا۔ اسی غار میں آپ بڑھے اور جوان ہوئے آپ کا سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ میرا رب کون ہے۔ آپ نے اپنے باپ کو، خاندان کو، اپنی قوم کو، اور بادشاہ تک کو شرک سے باز رہنے اور توحید کا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دی۔ ملک میں آپ کا کوئی دوست نہ تھا ہر طرف دشمن ہی دشمن تھے۔ ہجرت کے وقت اُن کی بیوی سارہ علیہا السلام اور اُن کا بھتیجا حضرت لوطؑ اُن کے ہمراہ تھے۔

اللہ تعالےٰ نے بڑھاپے کی عمر میں آپ کو دو برگزیدہ فرزند حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام بخشے۔ اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو رحمتِ خاص کا مورد بنایا پھر اُن کی نسل میں ہر طرح کی دینی و دُنیاوی برکتیں عطا فرمائیں حکومت اور نبوت سب کچھ اُن کی اولاد کو بخشی۔ آپ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو جو سیّدہ ہاجرہؑ (بنت رقیون بادشاہِ مصر) کے بطن سے تھے خدا کے حکم سے ملکِ شام سے لے جا کر عرب کے اس چٹیل میدان میں بسایا جہاں اب شہر مکّہ معظمہ آباد ہے اور خانہ کعبہ کی مقدّس عمارت ہے اور حضرت اسحٰقؑ بدستور ملکِ شام ہی میں قیام پذیر رہے۔

حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام ہوئے جن کا دوسرا نام اسرائیلؑ تھا۔ انہی کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے جس میں لگاتار بہت سے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ جن میں سے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اولوالعزم پیغمبر شمار کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کو اقوامِ عالم کی امامت ملی تھی۔ انہوں نے مکّہ معظمہ میں عبادت گاہِ کعبہ تعمیر کی اور اُمّتِ مسلمہ کے ظہور کی دعا مانگی مشیّتِ الٰہی میں اس ظہور کے لئے ایک خاص وقت مقرر تھا۔ جب وہ وقت آیا تو پیغمبرِ اسلامؐ کا ظہور ہُوا۔ اور ان کی تعلیم و تزکیہ سے موعودہ امت پیدا ہوگئی۔ اس اُمّت کو خیر الامم ہونے کا لقب عطا کیا گیا اور اقوامِ عالم کی تعلیم اس کے سپرد کی گئی۔ ضروری تھا کہ اس کی روحانی ہدایت کا ایک مرکز بھی ہوتا۔ یہ مرکز قدرتی طور پر کعبہ ہی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ تحویلِ قبلہ نے اس کی مرکزیت کا اعلان کر دیا یہی حقیقت قبلہ کے تعیّن میں مضمر تھی۔

حق تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو دنیا میں قبولِ عام عطا فرمایا اور اُن کی نسل سے خاتم الانبیاءؐ کو مبعوث کیا۔ جنہوں نے ملّتِ ابراہیمیؑ کی تجدید کی اور فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ ہمارا نہایت فرمانبردار بندہ تھا۔ ہم نے اُس کو کئی باتوں میں آزمایا وہ سچّا نکلا:-

(۱) بیٹے کی قربانی کا حکم دیا وہ ہمہ تن آمادہ ہو گیا۔

(۲) ستارہ پرستوں، برادری بلکہ وطن چھوڑنے کو کہا تو انہوں نے سب کو چھوڑ دیا اور ملکِ شام میں آ رہے۔

(۳) ریگستانِ عرب میں خدا کے لئے عبادت خانہ بنانے اور اس کی محافظت کے لئے اپنی اولاد بسانے کو کہا اس نے اپنے پیارے بیٹے اسمٰعیلؑ کو وہاں بسایا اور خانہ کعبہ بنایا۔

(۴) جب ابراہیمؑ کی معقول باتوں کا بُت پرستوں سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ تو یہ تجویز کی کہ ایک بڑا آتش خانہ بنا کر ابراہیمؑ کو اس میں ڈال دیا جائے۔ تاکہ اس تدبیر سے لوگوں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت راسخ ہو جائے اور ہیبت بیٹھ جائے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اُنہیں کو نیچا دکھلایا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار کر دی گئی۔ جس سے علی رؤس الاشہاد ثابت ہوگیا۔ کہ تم اور تمہارے جھوٹے معبود مل کر خدائے واحد کے ایک مخلص بندہ کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ آگ کی مجال نہیں کہ ربِّ ابراہیمؑ کی اجازت کے بغیر ایک ناخن بھی جلا سکے۔

واقعۂ قربانی

۲۳ تیئسویں پارہ سورہ صافات میں قربانی کا مفصل ذکر ہے۔ جب قوم کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کو مایوسی ہوئی اور باپ نے بھی سختی شروع کی تو حضرت ابراہیمؑ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شام کا راستہ

دکھلایا۔ اُنہوں نے دُعا مانگی کہ اے اللہ! کنبہ اور وطن چھوڑا۔ تو اچھی اولاد عطا فرما۔ جو دینی کام میں میری مدد کرے اور اس سلسلہ کو باقی رکھے۔ خدا نے ۸۵ سال کی عمر میں آپ کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام عطا فرمایا اور وہی لڑکا قربانی کے لئے پیش کیا گیا۔ اسی لڑکے ہی نے کعبہ کی تعمیر میں باپ کا ہاتھ بٹایا تھا۔ جبکہ باپ معمار تھا اور بیٹا مزدور بنا۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مسلسل تین رات یہی خواب آتا رہا کہ تو اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو میری راہ میں قربان کر۔ اُس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر ۱۲ سال تھی۔ تیسرے روز بیٹے کو اطلاع کی۔ بیٹے نے بلا توقف قبول کیا۔ کہنے لگا ابّا جان! دیر کیا ہے مالک کا جو حکم ہے کر ڈالیے۔ ایسے کام میں مشورہ کی ضرورت نہیں۔ امرِ الٰہی کی تعمیل میں شفقتِ پدری مانع نہیں ہونی چاہئے۔ رہا میں سو آپ انشاء اللہ دیکھ لیں گے۔ کہ کس صبر و تحمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں :۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی

(ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں ایسے باپ اور بیٹے پر)

ماتھے کے بل اس لئے پچھاڑا۔ تاکہ بیٹے کا چہرہ سامنے نہ ہو۔ مبادا محبتِ پدری جوش مارنے لگے۔ کہتے ہیں یہ بات بیٹے نے باپ کو سکھلائی۔ آگے اللہ نے نہیں فرمایا۔ کہ کیا ماجرا گزرا۔ کہنے میں نہیں آیا جو حال گزرا اس کے دل پر اور فرشتوں پر۔

خدا کی طرف سے غائبانہ آواز آئی۔ اے ابراہیمؑ! بس کر تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ مقصود بیٹے کا ذبح کرانا نہیں محض تیرا امتحان منظور تھا۔ سو اس میں پوری طرح کامیاب ہوا۔ اور اس کے بدلہ بڑے درجہ کا فربہ دُنبہ بہشت سے آیا جو بڑا قیمتی تھا۔

پھر یہی رسم قربانی اسمٰعیلؑ کی عظیم الشان یادگار کے طور پر ہمیشہ کے لئے قائم کر دی۔ آج تک دنیا حضرت ابراہیمؑ کو بھلائی اور بڑائی سے یاد کرتی ہے۔ یہ قربانی ہر سال خدا کے راستہ میں جانِ عزیز پر سر آنے والی مصیبت کو برداشت کرنے کی یاد تازہ کرتی ہے۔ اور مقامِ تقویٰ حاصل ہونے کا وعدہ دلاتی ہے۔ "اللہ تعالےٰ کے ہاں قربانیوں کے گوشت اور پوست نہیں پہنچتے اُس کے ہاں تمہارے دل کی پرہیزگاری مقبول ہے"۔

چونکہ رحمت اللعالمینؐ بنیادِ ابراہیمیؑ پر قصرِ شریعتِ محمدیؐ تعمیر کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے آپؐ نے بھی اپنی امت کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی۔ تاکہ امتِ محمدیہؐ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے۔ اور ہر کلمہ گو کا نورِ ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو جائے قرآن کریم میں اُسوۂ ابراہیمؑ اور اُسوۂ محمدیہؐ پر چلنے کی خدا تعالےٰ نے تلقین فرمائی ہے۔

مسلمانوں کا فرض ہے کہ قربانی کرتے وقت جذباتِ ابراہیمؑ کا خیال رکھیں۔ دل کے اچھے پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے ہاں محبوب و مقبول ہے۔

اگر مسلمان عید قربان کو جذباتِ ابراہیمیؑ کی تازہ یاد قرار دیں اور ہر سال شمع رضاء الٰہی پر پروانہ وار قربان ہونے کے لئے دل و جان، ظاہر و باطن سے تیار رہیں تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام عزّ اسمہٗ وجلّ مجدہٗ اُن کی پشت پناہ ہوگا۔ پھر ایسے سرفروش فدائیانِ اسلام کی جماعت جس میدان میں قدم رکھے گی خدا تعالیٰ ان کی حمایت کے لئے زمین و آسمان کے لشکر بھیج دیگا۔ پھر دُنیا میں خواہ اُن کی تھوڑی تعداد بھی ہو تو ہر میدان میں فتح و نصرت کا سہرا انہیں کے سر ہوگا۔ دُنیا میں کوئی قوم اُن کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکے گی جو قوم مقابلہ میں آئے گی مُنہ کی کھا کر جائے گی۔

(حضرت مولٰنا احمد علی صاحب)

قربانی کے دن تین ہیں۔ (دسویں۔ گیارھویں اور بارھویں ذی الحجہ) ذبح کا وقت ٹھیک عید کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ان دنوں میں قربانی سے زیادہ اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی عمل پسند نہیں۔ خون کا قطرہ زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ قربانی والے جانور کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا۔

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قربانی کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔ کیا اس سے زیادہ کسی اور وعید کا انتظار ہے۔

بعض نفس پرست اور منکرین حدیث نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ اس قدر قربانیاں کرنا، گوشت اور مال ضائع کرنا عقل و تہذیب کے خلاف ہے۔ اور یہ کہ قربانی کے جانوروں کی قیمت کا روپیہ کسی مفید کارخانہ میں لگایا جائے۔ جہاں کہ غربا اور مزدور کام کرکے اپنا پیٹ پال سکیں۔ لیکن یہ شیطانی وسوسہ ہے اور اس نظریہ سے قربانی کا فلسفہ کالعدم ہو جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ

وظائف ولطائف

(از جناب "خاموش مبلغ" ملتان):۔

نیند سے جاگتے وقت کی دعائیں

● اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ

ترجمہ :۔ اللہ تعالےٰ کے لئے تمام تعریف ہے کہ جس نے ہمیں مار کر زندگی بخشی اور پھر اُسی کی طرف ہمیں اُٹھنا ہے۔

★ حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم رات کو جب بیدار ہوتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ آخر تک۔

(بخاری مسلم ۲ مشکوٰۃ شریف)

● اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرًا۔

ترجمہ :۔ اے اللہ میں آپ سے بھلائی مانگتا ہوں۔

★ حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مسلمان باوضو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتا ہوا رات کو سوئے اور پھر جاگے اور اللہ تعالےٰ سے بھلائی مانگے تو وہ دیتا ہے۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ)

● اَللّٰہُ اَکْبَرُ دس بار۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دس بار۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ دس بار۔ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ دس بار۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ دس بار۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دس بار۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ دس بار۔

★ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم رات کو جب جاگتے تو فرماتے اللہ اکبر دس بار ــــ آخر تک پھر نماز شروع کرتے۔

(ابوداؤد۔ مشکوٰۃ مایقول اذا قام من اللیل)

دُعائے نیم شبی

تہجد کے وقت تاروں کی چھاؤں میں یا سجدہ میں یا بستر سے اُٹھ کر یہ دُعا پڑھیں :۔

● اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُکَ حَقٌّ وَ قَوْلُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَ النَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْکَ اَنَبْتُ وَ بِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ

قربانی اور اس کے ضروری مسائل

از حاجی کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن مقیم شاہ عالمی لاہور

ذی الحج اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے۔ اسکی دسویں تاریخ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پیارے اور لاڈلے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی بارگاہِ ایزدی میں پیش کی تھی۔ اللہ تبارک تعالےٰ نے یہ قربانی قبول فرما کر اس کے بدلے ایک دُنبہ جنت سے بھیج کر ذبح کرایا تھا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا صبر و تحمل اور جناب خلیل اللہ کا جذبۂ عشق اللہ تعالیٰ کو ایسا پسند آیا۔ کہ آپ کی اس قربانی کو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے لازم قرار دے دیا۔ چنانچہ آپ کی یادگار میں دنیا بھر کے مسلمان دسویں گیارھویں اور بارھویں ذی الحج کو قربانیاں کرتے ہیں۔

قربانی کرنے کا بے حد ثواب ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے بڑھ کر اور کوئی چیز اللہ کو پسند نہیں۔ ان ایام میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھکر ہے۔ قربانی کے خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُسے گرنے سے پیشتر ہی قبول فرما لیتے ہیں۔ سبحان اللہ! قربان جایئے اُس ذات پاک کے کہ اتنی معمولی سی بات پر کتنا بڑا انعام مرحمت فرماتے ہیں۔ اب اگر کوئی مسلمان اس نعمت کو حاصل ہی نہ کرنا چاہے۔ تو اس سے بڑھ کر اُس کی اور کیا بدنصیبی ہوگی۔ ہمیں چاہئے کہ خوب خوشی کے ساتھ اور دل کھول کر قربانی کیا کریں۔ معمولی دام خرچ کرنے سے اگر اتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے تو پھر اور کیا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جانور کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں۔ ایک ایک بال کے عوض ایک ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔ خیال فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا۔ کہ ایک قربانی کرنے سے لاکھوں۔ کروڑوں کیا بلکہ اَن گنت نیکیاں مل جائیں۔ بھیڑ بکری کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں اگر کوئی صبح سے شام تک بھی گننے لگے تو میرا خیال ہے۔ کہ ہرگز نہ گن سکیگا۔ اتنے بے حساب ثواب کو دیکھتے ہوئے اگر کسی پر قربانی واجب نہ بھی ہو۔ تب بھی خوشی سے قربانی دے دے اور اس ثواب کو نہ جانے دے۔ جب یہ دن گزر گئے۔ تو پھر یہ دولت نصیب نہ ہوگی۔ اور ایسی سہولت کے ساتھ اس قدر نیکیاں ہرگز جمع نہ ہو سکینگی۔

خداوند تعالےٰ نے اگر امیر بنایا ہے۔ روپے پیسے کی خوب فراوانی ہے تو جہاں اپنی طرف سے قربانی دے۔ جو رشتہ دار گذر گئے ہیں اُن کی طرف سے بھی قربانی دے دیجئے۔ تاکہ اُن کی روح کو بھی اتنا بڑا ثواب پہنچ جائے۔ جیسے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہرات کی طرف سے اپنے ماں۔ باپ اور بھائی بہن یا بیوی کی طرف سے اور اپنے پیرو مرشد کی طرف سے۔ اور اگر خدانخواستہ ان کی طرف سے قربانی دینے کو دل نہ چاہے۔ تو پھر اپنی طرف سے ضرور دے دے۔ کیونکہ مالدار پر تو واجب ہے۔ غنی اور مالدار ہوتے ہوئے پھر بھی اگر قربانی نہ دے۔ تو اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہوگی اور گناہ رہا الگ۔

قربانی کے مسائل یوں تو بہت ہیں۔ اختصار کے ساتھ ضروری مسائل لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ فائدہ اُٹھا سکے۔

۱ ہر مسلمان آزاد۔ مقیم اور صاحبِ زکوٰۃ پر قربانی واجب ہے۔ مجنوں۔ پاگل۔ مسافر اور جن کے ذمہ زکوٰۃ دینی واجب نہ ہو۔ ان پر واجب نہیں۔

۲ ۱۰۔ ۱۱ اور ۱۲؍ ذی الحج کے سورج ڈوبنے تک قربانی کا وقت ہے۔ جب سورج ڈوب گیا تو اب قربانی کرنا درست نہیں۔ قربانی چاہے دن کو کرے چاہے رات کو۔ لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں۔ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔

۳ قربانی کرنے کا افضل دن دسویں تاریخ یعنی بقرعید کا دن ہے۔ پھر گیارھویں اور بارھویں تاریخ ہے

۴ بقرعید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں۔ جب نماز پڑھ چکیں تب کریں۔ یہ حکم شہر اور قصبہ کے رہنے والے لوگوں کیلئے ہے البتہ گاؤں والوں کو فجر کی نماز کے بعد ہی قربانی کر دینا درست ہے۔

۵ اگر کوئی شہری باشندہ اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے۔ تو اس کی قربانی نماز سے پہلے بھی جائز ہے۔ اگرچہ وہ خود شہر ہی میں رہتا ہو۔ لیکن جب قربانی دیہات میں بھیج دی تو نماز عید سے پہلے قربانی کرنا درست ہوگیا ذبح ہو جانے کے بعد اس کو منگوائے اور استعمال میں لائے۔

۶۔ گائے۔ بیل۔ بھینس۔ بھینسا۔ بھیڑ۔ مینڈھا۔ دُنبہ بکرا۔ بکری۔ اونٹ اور اونٹنی کی قربانی جائز ہے۔ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

۷۔ گائے۔ بھینس اور اونٹ میں سات آدمی مل کر قربانی کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں حصّے سے کم نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہوگا۔ تو کسی کو بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ نہ اُس کی جس کا حصہ پورا ہے۔ اور نہ اُس کی جس کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہے۔

۸۔ اگر کسی گائے۔ بھینس یا اونٹ میں سات آدمی سے کم لوگ شریک ہوئے۔ مثلاً پانچ یا چھ اور سب لوگ برابر کے شریک نہیں۔ تب بھی قربانی درست ہے۔ اگر آٹھ آدمی شریک ہوگئے تو کسی کی بھی قربانی صحیح نہیں ہوتی۔

۹۔ بکرا۔ بکری۔ بھیڑ۔ دُنبہ اور مینڈھا میں صرف ایک ہی آدمی شریک ہو سکتا ہے۔ ان میں ایک سے زیادہ کا حصہ نہیں ہے۔

۱۰۔ سات آدمی کسی گائے یا اونٹ میں شریک ہوئے تو گوشت تقسیم کرتے وقت اٹکل یا اندازے سے نہ بانٹیں۔ بلکہ ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں۔ اگر کوئی حصہ کم یا زیادہ ہو گیا۔ تو سود ہو جائے گا۔ اور گناہ ہوگا۔ البتہ اگر گوشت کے ساتھ کلّہ پائے۔ اور کھال کو بھی شریک کر لیا۔ تو جس طرف کلّہ پائے یا کھال ہو۔ اُس طرف اگر گوشت کم ہو تو درست ہے

۱۱۔ اونٹ کی قربانی پانچ سال سے کم۔ گائے بھینس دو سال سے کم اور بکرا دُنبہ ایک سال سے کم جائز نہیں۔ البتہ بھیڑ یا دُنبہ اگر اتنا موٹا تازہ ہو۔ کہ سال بھر والے بھیڑ دُنبوں میں چھوڑ دیا جائے۔ تو کچھ فرق معلوم نہ ہو تو ایسے وقت چھ ماہ کے دُنبے اور بھیڑ کی قربانی بھی درست ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو۔ تو پھر سال بھر کا ہونا چاہئے۔

۱۲۔ اگر قربانی کا جانور دُبلا پتلا۔ لنگڑا لُولا اور اندھا کانا ہو۔ یا کان اور دُم کا تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔ تو درست نہیں اگر عیب خریدنے کے بعد پیدا ہوا ہے تو امیر کو دوسرا جانور خریدنا چاہئے۔ اور غریب کے لئے وہی کافی ہے۔

۱۳۔ بہت دُبلا بالکل مریل سا جانور جسکی ہڈیوں میں گودا بالکل نہ رہا ہو۔ اس کی قربانی درست نہیں ہے۔ اور اگر اتنا دُبلا نہ ہو۔ تو دبلے ہونے سے کچھ حرج نہیں۔ اس کی قربانی درست ہے۔ لیکن موٹے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر

۱۴- جو جانور اتنا لنگڑا ہے - کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے - چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا - یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے - لیکن اُس سے چل نہیں سکتا - اس کی بھی قربانی درست نہیں - اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے - اور چلنے میں اُس سے سہارا لگتا ہے - لیکن لنگڑا کر چلتا ہے - تو اس کی قربانی درست ہے -

۱۵- جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں - اس کی قربانی درست نہیں - اور اگر کچھ دانت گر گئے ہیں - لیکن جتنے گرے ہیں - اُن سے زیادہ باقی ہیں - تو اس کی قربانی درست ہے -

۱۶- جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں ہیں اس کی قربانی درست نہیں ہے - اور اگر کان ہیں - لیکن بالکل ذرا ذرا چھوٹے چھوٹے ہیں - تو اس کی قربانی درست ہے -

۱۷- جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں یا تھے - لیکن ٹوٹ گئے - اس کی قربانی درست ہے - البتہ اگر جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں - تو قربانی درست نہیں -

۱۸- قربانی کا گوشت بہتر یہ ہے - کہ تین حصوں میں تقسیم کر لیا جائے - ایک حصہ اپنے اہل و عیال کے لئے - ایک حصہ اپنے عزیز و اقارب کے لئے اور ایک حصہ فقیروں اور محتاجوں کے لئے اور اگر کسی کا کُنبہ بہت بڑا ہو - تو سارا گوشت خود بھی خرچ سکتا ہے - البتہ قربانی کے گوشت کی خرید و فروخت جائز نہیں -

۱۹- قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے - اگر خود ذبح نہ کر سکے - تو دوسرے سے کرا لے اور خود پاس کھڑا ہو جائے - تو بہتر ہے -

۲۰- قربانی کے جانور کو قربانی کرتے وقت قبلہ رُخ لٹائے - تیز چھری سے بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کرے - اگر دعا یاد ہو - تو دعا بھی پڑھے

۲۱- قربانی کی کھال کو تو یونہی خیرات کر دے - یا بیچ کر اُس کی قیمت خیرات کر دے - اور قیمت میں جو پیسے ملے ہیں - بعینہٖ وہی پیسے خیرات کرنا چاہیے - اگر وہ پیسے کسی اپنے کام میں خرچ کر ڈالے - اور اُتنے ہی پیسے اپنے پاس سے دے دئے - تو بُری بات ہے - مگر ادا ہو جائینگے

۲۲- قربانی کی کھال کی قیمت مسجد کی مرمت یا قصاب کی اُجرت یا امام و مؤذن کو خدمت مسجد یا کسی اور نیک کام میں لگانا درست نہیں خیرات ہی کرنا چاہیے -

۲۳- اگر قربانی کی کھال کو اپنے مصرف میں لے تو جائز ہے - جیسے مشک - ڈول یا جائے نماز بنوالی -

۲۴- قربانی کا کچھ گوشت سری یا پچھڑے قصائی کو اجرت میں نہ دیوے - بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دیوے -

۲۵- قربانی کی رسّی اور جھول وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے -

۲۶- کسی پر قربانی واجب نہ تھی - لیکن اُس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا - تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہوگی -

۲۷- کسی پر قربانی واجب تھی - لیکن قربانی کے تینوں دن گزر گئے - اور اُس نے قربانی نہیں کی - تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دیوے - اور اگر بکری وغیرہ خرید لی تھی - تو وہی بکری وغیرہ بعینہٖ خیرات کر دیوے -

۲۸- جس نے قربانی کرنے کی منّت مانی - پھر وہ کام پورا ہو گیا - جس کے واسطے منّت مانی تھی - تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا - چاہے مالدار ہو نہ ہو - اور منّت کی قربانی کا گوشت فقیروں کو خیرات کر دے - نہ آپ کھاوے - نہ امیروں کو دیوے - جتنا آپ کھایا ہو - یا امیروں کو دیا ہو - اُتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا -

۲۹- اگر کسی مُردے کو اپنی خوشی سے ثواب پہنچانے کے لئے قربانی کرے - تو اس کے گوشت میں سے خود کھانا یا بانٹنا سب درست ہے - یعنی جس طرح اپنی قربانی کا حکم ہے - اسی طرح اس کا بھی ہے

۳۰- قربانی کے جانور میں اگر کوئی شخص اپنے بچوں کے عقیقہ کا حصہ بھی لے لے تو درست ہے

جو اپنے لئے پسند کرتے ہو - وہی دوسروں کے لئے پسند کرو

(محمد شفیع عمر الدین - دفتر دار - میر پور خاص)

حدیث - (عن انس رضی اللہ عنہ)
لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ
لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ -
(مشارق الانوار حدیث ع ۶۴۴)

ترجمہ :- (حضرت انس رضؓ سے روایت ہے) کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ کوئی بندہ اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوتا - جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے -)

اسی مضمون کا ایک فارسی کا مقولہ بھی ملاحظہ ہو:-
"ہر چہ بر خود نمی پسندی بدیگران مپسند"
یعنے جس چیز کو تو اپنی ذات کے لئے پسند نہیں کرتا وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کر - کیونکہ وہ بھی تجھ جیسے انسان ہیں اور تیری طرح پسندیدہ اور ناپسندیدہ خواہشات رکھتے ہیں - مثلاً تو نہیں چاہتا کہ کوئی تیرے ساتھ بے رُخی یا بدخلقی کا برتاؤ کرے یا تجھے کوئی نقصان پہنچائے - یا کوئی تیری توہین کرے - یا تیری غیبت کرے - یا تیرا مال چورا لے جائے وغیرہ وغیرہ - بعینہٖ دوسرے انسان بھی اسی قسم کی خواہشات رکھتے ہیں - اور ایک مومن کا فرض ہے کہ دوسروں کے نقصان کے درپئے نہ ہو - بلکہ اُن کی بھلائی کا خواہشمند ہو

اس حدیث پاک کو اگر اپنا نصب العین اور دستور العمل بنا یا جائے تو تمام جھگڑے اور فساد بغض اور کینے مٹ جاتے ہیں -

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

آنچہ نپسندی بخود اے شیخ دین
چوں پسندی بر برادر اے امین ؟
این ندانی کز پئے من چہ کنی
ہم در آن چہ عاقبت خویش افگنی

تشریح :-

اے مسلمان اور حاملِ دینِ پاک جو چیز تو اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے کیسے روا سمجھتا ہے ؟

وایک امین اور سلیم الطبع انسان اس بدخصلت کا ہرگز حامل نہیں ہو سکتا تو یہ بات نہیں سوچتا جو کنواں تو دوسرے کی ہلاکت کے لئے کھود رہا ہے - ممکن ہے کہ تو اس میں خود گر کر ہلاک ہو جائے (اور وہ بچ جائے)

الحاصل دنیا صدائے گنبد ہے جیسی کہوگے ویسی سنوگے - جو بوؤگے وہی کاٹوگے - لہذا اس بات پر سختی سے کاربند ہو جاؤ - کہ جو کچھ اپنے لئے بہتر سمجھتے ہو وہی دوسروں کے لئے بھی بہتر سمجھو تاکہ آپ کی ذات سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچے اور وہ ایذا رسانی سے بچ جائے -

اللہ تعالےٰ ہمیں اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے - آمین -

ملک کی بڑھتی ہوئی صنعت آئیل ملز کی ترقی

بڑی حد تک

صادق آئیل ایکسپیلرز

کی مرہون منت ہے۔

صادق ایکسپیلرز کی شہرت ملک کے طول و عرض میں ہے

صادق انجینیرنگ ورکس بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

اپنی مصنوعات پر اعتماد رکھتا ہوا ان پر فخر کرتا ہے۔

آپ ہمیشہ :-

اپنی کاروں، ٹرکوں اور بسوں میں

سلیمان لیڈ سپرنگ استعمال کریں

جوکہ

دنیا کے بہترین سٹیل (سٹیریا فلیکس) سے تیار کئے جاتے ہیں اور پائیداری میں اپنا جواب نہیں رکھتے

سلیمان اینڈ کمپنی ۔ ۵۱ سرکلر روڈ ۔ لاہور

تالے، قینچیاں، چاقو، چھریاں، موچنے، استرے اور دیگر سامان کٹلری وغیرہ کے لئے

سابقہ (انڈین)

پاک لاک ہاؤس

نزد دروازہ مسجد وزیر خاں لاہور ۔ فون نمبر ۲۷۴۳

نایاب کتابوں کا ذخیرہ

تالیفات

امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی۔

(۱) تفسیر آیت مودۃ الغزالی ۱۰ر
(۲) تفسیر آیت مباہلہ ۴ر
(۳) تفسیر آیت امامت ۴ر
(۴) تفسیر آیت اولی الامر منکم ۴ر
(۵) تفسیر آیت معیت ۴ر
(۶) تفسیر آیت میراث ۴ر
(۷) تفسیر آیت تمکین ۴ر
(۸) تفسیر آیت رضوان ۳ر
(۹) تفسیر آیت فی دو خلیفہ (ملح صحابہ) ۶ر
(۱۰) ابو الائمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعلیم ۸ر
(۱۱) قصہ قرطاس کا مختتم فیصلہ ار
(۱۲) مختصر سیرت صدیق رضہ ار
(۱۳) مختصر سیرت فاروق رضہ ار
(۱۴) مختصر سیرت عثمان رضہ ار
(۱۵) مختصر سیرت علی کرم اللہ وجہہ ار
معہ اسماء شہداء کربلا مفت
تقسیم کرنے والوں سے ۵ سیکڑہ

پسندیدہ امام اہل سنت

(۱۶) نصیحۃ الشیعہ صد ۶۷۶ للعہ
(۱۷) فتنہ ابن سبا ۶ ع
(۱۸) صدیق اکبر رضہ ابن امام اہل سنت ۸ر

نوٹ: طلبہ کے لئے خاص رعایت ہے (؟)

عربی کتابیں

(۱) المصنف جزء اول ہے
(۲) المصنف جزء دوم سوم زیر طبع
(۳) المصنف جزء چہارم ہے
(۴) تحفۃ الودود باحکام المولود ابن قیم رہ عصہ
(۵) حاشیہ سندھی علی المسلم عصہ
(۶) شرح ثلاثیات بخاری رہ ۱۲ر
(۷) رفع الالتباس عن بعض الناس ۱۲ر
(۸) مجموعہ قرأت خلف الامام و رفع الیدین بخاری عمہ
(۹) اشارات الی بیان اسماء المبہمات للامام الشیخ محی الدین بن یحیی بن شرف النووی الشافعی ۸ر
(۱۰) درایہ من احادیث تخریج لھدایہ ع
(۱۱) شرح الاصول الاکبریہ ع
(۱۲) معدل الصلوٰۃ لبرکلی المتوفی ۹۸۱ھ ۴ر
(۱۳) الخشوع فی الصلوٰۃ رجب حنبلی ۴ر
(۱۴) نعم الوجیز عبدالعزیز دہلوی ۱۲ر
(۱۵) قصیدہ ذکر الحج برکاتہ محمد بن اسمٰعیل الامیر المتوفی ۱۱۸۲ھ ۴ر
(۱۶) قیام اللیل مروزی للعہ
(۱۷) ناصیہ عن ذم معاویہ رضہ ۸ر
(۱۸) مسند عمر بن عبدالعزیز معہ رسالہ المسارعۃ الی المصارعۃ للسیوطی ۶ر

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

ملنے کا پتہ: دار الاشاعت علوم اسلامیہ حسین آگاہی ملتان شہر

مردوں، عورتوں اور ملازم حضرات کے لئے

داخلہ شروع ہے

طب یونانی اور ہومیو پیتھی و بایو کیمک کی تعلیم آسان طریقے سے گھر بیٹھے حاصل کر کے امتحان دیکر سندات حاصل کیجئے اور جو دوست صرف امتحان دینا چاہیں دے سکتے ہیں اور ممبر بننے کے لئے درخواست بھیجئے۔ پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ ارسال کرنے پر روانہ ہوگا

پرنسپل اتحاد میڈیکل کارپوریشن گورنمنٹ رجسٹرڈ پارکر آباد ضلع شیخوپورہ

کوئی مرض لاعلاج نہیں

دمہ ۔ کالی کھانسی ۔ دائمی نزلہ ۔ سل، دق، پرانی پیچش ۔ بواسیر ۔ ذیابیطس خارش، فساد خون اور ہر قسم کی مردانہ و زنانہ امراض کا مکمل علاج کرائیں۔

لقمان حکیم حافظ محمد طیب

۱۹ نکلسن روڈ ۔ لاہور

چیچہ وطنی ضلع منٹگمری

میں

تعلیم القرآن کا سلسلہ جامع مسجد غلہ منڈی میں شروع ہوگیا ہے

لہٰذا اپنے

بچوں کو بلا فیس قرآن مجید کی تعلیم دلائیں!

امرأة الاسلام (مسلسل)

از جناب سید مشتاق حسین صاحب بخاری لاہور

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب آپ کا نام جویریہ رضؓ تھا۔ آپ قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کے والد کا نام حارث بن ابی ضرار تھا جو خاندان بنو مصطلق کے سردار تھے۔

نکاحِ اوّل حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلہ میں مسافع بن صفوان سے ہوا تھا۔

نکاحِ ثانی آپ کا نکاح ثانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا جس سے پیشتر آپ کے قبیلہ اور مسلمانوں میں لڑائی ہوئی۔ حضرت جویریہ رضؓ کا والد حارث اور شوہر مسافع دونوں ہی دشمنِ اسلام تھے۔ ان لوگوں کی قریش مکہ سے ساز باز تھی۔ چنانچہ قریش ہی کے کہنے پر بنو مصطلق نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حضرت بریدہ بن حصیب اسلمیؓ کی معرفت اس اطلاع کی تصدیق کرائی پھر آپ نے صحابہ رضؓ کو تیاری کا حکم دیا اور ۲ شعبان ۵ھ کو فوجیں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئیں۔ اسلامی فوجوں نے ۹ منزل کے فاصلے پر مریسیع کے مقام پر قیام کیا۔ اس سے پہلے ہی حارث کو خبر ہو گئی۔ چنانچہ وہ کسی طرف نکل بھاگا۔ البتہ جو لوگ مریسیع میں آباد تھے وہ برسرپیکار ہو گئے۔ وہ بڑی دیر تک تیر برساتے رہے لیکن جب مسلمانوں نے دفعۃً ایک ساتھ حملہ کر دیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ آدمی مارے گئے۔ باقی گرفتار ہو گئے۔ اسیران کی تعداد تقریباً ۶ سو تھی مسلمانوں کے قبضہ میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں بطور غنیمت ہاتھ آئیں۔

ان قیدیوں میں حضرت جویریہ رضؓ بھی گرفتار ہوئیں اور جب مالِ غنیمت اور جنگی قیدی فوج پر تقسیم کر دیئے گئے تو حضرت جویریہ رضؓ حضرت قیس بن ثابتؓ کے حصہ میں آئیں۔ حضرت جویریہ رضؓ نے حضرت قیس سے درخواست کی کہ مجھ سے مکاتبت کر لو۔ یعنی روپیہ لے کر چھوڑ دو۔ حضرت ثابت فی الفور رضامند ہو گئے۔ اور ۹ اوقیہ سونا لینا منظور کر لیا۔ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اور درہم کی قیمت تقریباً ۴ر ہوتی تھی۔ اس طرح کوئی ۹۰ روپیہ پر فیصلہ ہوا) حضرت جویریہؓ کے پاس روپیہ نہ تھا۔ اس لئے آپ نے چاہا کہ لوگوں سے چندہ لے کر یہ رقم ادا کر دی جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جناب جویریہ رضؓ حضورؐ کے پاس بھی حاضر ہوئیں۔

اس مقام پر دو روائتیں بیان کی جاتی ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضؓ کی زبانی روایت کیا ہے۔ کہ چونکہ حضرت جویریہ رضؓ نہایت شیریں ادا تھیں لہذا جب میں نے انہیں حضورؐ کے پاس جاتے دیکھا تو میرا خیال ہوا کہ حضورؐ پر بھی وہی اثر ہوگا جو مجھ پر ہوا ہے جب وہ حضور کے پاس گئیں تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم کو اس سے بہتر خواہش نہیں؟ حضرت

جویریہؓ نے عرض کی وہ کیا؟ حضورؐ نے فرمایا کہ میں وہ رقم تنہا ادا کردوں اور تم کو اپنے عقد میں لے آؤں۔ حضرت جویریہ رضامند ہو گئیں۔ چنانچہ آخر میں آپ کا نکاح حضرت جویریہؓ سے ہوا۔

دوسری روایت اس سے زیادہ واضح ہے جو اس طرح بیان کی جاتی ہے۔ اسی روایت کو جمہور اہل سیرت نے درست مانا ہے۔ جیسا کہ اوپر آچکا ہے کہ حضرت جویریہؓ کا باپ حارث اپنے خاندان کا سردار اور عرب کا رئیس تھا۔ جب جویریہؓ گرفتار ہوئیں تو وہ خود حضورؐ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی میری شان کے خلاف ہے۔ آپؐ اسے آزاد کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ جویریہؓ کے مستقبل کا فیصلہ خود اس کی مرضی پہ چھوڑ دیا جائے۔ حارث نے جاکر حضرت جویریہ سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فیصلہ تیری مرضی پر رکھا ہے۔ دیکھنا مجھے رسوا نہ کرنا۔ حضرت جویریہ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں۔

جب ان کی رائے معلوم ہوگئی۔ تو ان کے باپ حارث نے زر فدیہ ادا کر دیا۔ جب وہ آزاد ہوگئیں تو حضورؐ نے ان سے عقد فرما لیا۔

عقد کی مصلحت } اس عقد میں ایک بہت بڑی مصلحت کو دخل تھا۔ چنانچہ جب نکاح ہوگیا تو مسلمانوں نے اسیران جنگ کو اس لئے رہا کر دیا کہ خاندان بنو مصطلق حضرت جویریہؓ کے رشتہ سے حضرت رسول کریمؐ کا سسرال بن چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ۱۰۰ گھرانے آزاد ہوئے۔ جن میں تقریباً ۷۰۰ آدمی تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے کسی عورت کو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا ان کے سبب سے بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد ہو گئے۔

حلیہ شریف } حضرت جویریہؓ خوبصورت اور موزوں اندام تھیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت جویریہؓ نہایت حسین تھیں۔ چہرے پر ملاحت تھی۔ جو نگاہ پڑجاتی تھی اٹھتی نہ تھی۔

حضرت جویریہؓ نے نکاح سے ۳ دن پہلے ایک خواب دیکھا کہ یثرب سے ایک چاند چلا اور ان کی گود میں آگیا۔ کہتی ہیں کہ جب میں قید ہوئی تو مجھے اس خواب کی تعبیر کی امید بندھی۔ ان کی عمر اس وقت بیس سال کی تھی۔ (اللہ تعالے نے اس خواب کو حرف بحرف حضورؐ سے ان کے نکاح کی صورت میں پورا کر دیا۔)

اخلاق } حضرت جویریہؓ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک دن حضورؐ نے دیکھا کہ صبح سے لیکر دوپہر تک مسجد میں دعا کر رہی ہیں ایک دفعہ جمعہ کے روز حضورؐ ان کے گھر تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ روزہ سے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر کل روزہ نہیں رکھا یا پھر آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں ہے تو آج روزہ افطار کر لو۔

(روایتوں میں ہے کہ حضرتؐ ایک ماہ میں تین روزے ضرور رکھا کرتے تھے جن میں ایک دن جمعہ کا ہوتا تھا۔ اسی بنا پر علماء کا تنہا جمعہ کا روزہ رکھنے پر اختلاف ہے۔ آئمہ حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔ مالکی لا اقرار دیتے ہیں البتہ شافعی اس سے روکتے ہیں۔ بہرحال امام یوسف رح (تلمیذ امام اعظم رح) نے احتیاط کا حکم دیا ہے یعنی جمعہ کے روزہ کے ساتھ اور روزہ ملایا جائے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضورؐ کو ان سے محبت تھی۔ اُن کے گھر آتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ پوچھا کھانے کو کچھ ہے عرض کی میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے اور کچھ نہیں فرمایا اسے اٹھا لاؤ۔ کیونکہ صدقہ جس کو دیا تھا اس کو پہنچ چکا۔

فضل و کمال۔ حضورؐ سے چند حدیثیں آپ نے روایت کی ہیں۔ ان سے ابن عمرؓ ابن عباسؓ جابرؓ وغیرہ نے سنی ہیں۔

وفات۔ حضرت جویریہؓ نے ربیع الاول ۵۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت انکی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ مروان نے

بقیہ اداریہ

(صفحہ ۵ سے آگے)

مصمم ارادہ کریں۔
اللہ تعالےٰ مسلمانانِ عالم کو عموماً اور قارئین کرام کو خصوصاً اس کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

عید قربان نمبر

۲۸ صفحات پر مشتمل "خدام الدین" لاہور کا عید نمبر پیش خدمت ہے۔ اس کی ضخامت میں اضافہ کے باوجود ہم نے اس کی قیمت زیادہ نہیں کی۔ کافی مقدار میں اشتہارات مہیا ہو جانے کے باعث جو زیادہ خرچ ہوا اس کی کمی پوری ہو گئی۔ آرٹ پیپر بھی مہیا نہ ہو سکا۔ اس وجہ سے بھی اخراجات میں معتدبہ اضافہ نہیں ہوا۔

اپنی اس کوشش ناتمام کے متعلق ہم کوئی دعوےٰ کرنے کے لئے تیار نہیں قارئین کرام پر ہی اس کا فیصلہ چھوڑتے ہیں کہ ہم اپنی حقیر کوشش میں کامیاب ہوئے یا ناکام رہے۔ یا پھر اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر کے اسکی بارگاہ صمدیت میں دست بدعا ہیں کہ اس سلسلہ میں ہم سے جو لغزشیں ہوئی ہیں ان کو معاف فرمائے اور آئندہ کے لئے ہمیں بیش از بیش خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

یہ نمبر یا تو عید سے سات روز قبل پیش خدمت ہو سکتا تھا یا پھر اب ایکدن بعد حاضر ہو رہا ہے۔ ۱۳ جولائی کے شمارہ کو عید نمبر اس لئے نہ بنایا گیا کہ جس دن کے لئے اتنا تردد کیا گیا تھا۔ اگر اس دن قارئین کرام اس سے لطف اندوز اور مستفید نہ ہوں تو یہ سب محنت اور خرچ بے کار ہوگا۔ چھ سات روز پہلے پڑھ لینے کے بعد عین وقت پر اس کو پڑھنے کی کوئی تکلیف نہ کرے گا۔ اس لئے لامحالہ اس شمارہ کو ہی عید نمبر بنانا پڑا۔ خیال یہ تھا کہ عید الضحیٰ غالباً ۲۰ جولائی ۱۹۵۶ء کو ہی ہوگی۔ مگر چاند ایک دن پہلے نظر آ گیا۔ اس لئے اب عید ۱۹ جولائی کو ہو رہی ہے۔ اس صورت میں ہم یہی کوشش کر سکتے تھے کہ اوّل تو عید سے ایک روز پہلے پرچہ ایجنٹ حضرات اور قارئین کرام کو پہنچ جائے یا کم از کم عید کے روز تو ضرور مل جائے۔

ہمارے راستے میں بعد رکاوٹیں ہیں۔ ان رکاوٹوں کا وہی اندازہ کر سکتے ہیں جن کو اس راستہ پر گامزن ہونے کا موقعہ ملا ہے ہم نے ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ اسمیں ہماری کامیابی یا ناکامی کا اندازہ ایجنٹ حضرات اور قارئین کرام ہی کر سکتے ہیں۔ اگر ان کو پرچہ عید کے روز یا اس سے قبل مل گیا تو ہم کامیاب ورنہ ناکام۔ خدا کرے کہ ہماری کوشش کامیاب ہو۔ آمین یا الٰہ العالمین!

"خدام الدین" کے پرانے شمارے

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے عرض کیا تھا کہ شمارہ ۳ (۳ جون ۱۹۵۵ء) ۸ (۸ جولائی ۱۹۵۵ء) ۹ (۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء) اور ۱۵ (۲۶ اگست ۱۹۵۵ء) ختم ہو چکے ہیں۔ اگر کسی صاحب کے پاس ہوں تو دفتر کو

بقیہ عید قربان اور فلسفہ حج و قربانی

(صفحہ ۱ سے آگے)

اندھیریوں میں بھی امید کی چٹان پر مضبوطی سے جمے رہنا حق کی حمایت اور باطل کے مقابلے پر سینہ تان کر کھڑے ہو جانا۔ بے وسیلہ اور ناداروں کی ضرورتوں کا احساس زندگی کے یہ تمام عنوانات تمہارے جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایسا جواب جو پیشوائے اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہدایات اور تعلیمات کے قالب میں ڈھلا ہوا ہو۔

قوموں کی زندگی میں اس طرح کے قدرتی اجتماعات بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ مواقع قوم کے افراد پر زبردست نفسیاتی اثر ڈالتے ہیں۔ وہ دیواریں جو روزمرہ کی زندگی میں ان کو ایک دوسرے سے جدا رکھتی ہیں۔ ایسے موقعوں پر خود بخود ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور یہ احساس عام ہو جاتا ہے کہ ہم سب ایک مضبوط رشتے سے بندھے ہوئے ہیں۔ اور وہ ہے انسانیت اور اس کے قدرتی تقاضوں کا رشتہ جس کو کوئی اندھا تعصب کچھ دیر کے لئے مضمحل تو کر سکتا ہے توڑ نہیں سکتا۔

پس آؤ! آج ابراہیم خلیلؑ کی نرم مزاجی اور شیریں کلامی، اسماعیل ذبیح کے ولولۂ ایثار اور جذبۂ استقامت اور خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عفو و رحمت کے نام پر عید قربان کے اس مبارک اور روحانی اجتماع سے عزم و ہمت، ایثار و فداکاری، قوتِ صبر برداشت اور سوسائٹی کے بے وسیلہ اور کمزور افراد کی خدمت کا سبق سیکھیں

ضروری اعلان

حضرت مولانا احمد علی صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ ان کی عدم موجودگی میں جن باتوں کا تعلق ان کی ذات گرامی سے ہے دوسرا کوئی شخص ان کا جواب نہ دے سکے گا۔ اس لئے ان کی واپسی تک ان باتوں کے متعلق کسی قسم کی خط و کتابت نہ کی جائے۔ دفتر کے متعلق خط و کتابت جاری رہے گی

المعلن۔ ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

بچوں کا صفحہ

ہمارے بزرگوں کی نماز

از جناب سید مشتاق حسین صاحب بخاری لاہور

(۲)

عزیزو! نماز کی درست ادائیگی کے بارے میں اپنے بزرگوں کے حالات تم گزشتہ اشاعت میں پڑھ چکے ہو۔ باقی بزرگوں کے واقعات اس اشاعت میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد ہمیں اپنی اور ان کی ادا کی ہوئی نمازوں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس سے ہمیں پتہ چلے گا کہ ہماری نمازیں کس بے توجگی، لاپرواہی اور بددلی سے ادا ہوتی ہیں۔ عزیزو! نماز کا معیار وہی ہے جو ہمارے بزرگ قائم کر گئے۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں بھی ایسی ہی نمازیں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھی جائیں گی۔

ایک بزرگ خلف بن ایوبؒ سے پوچھا گیا۔ کیا مکھیاں تو آپ کو نماز میں دق نہیں کرتیں؟ جواب ملا کہ فاسق اور مجرم حکومت کے ڈنڈے کھائیں اور اُف نہ کریں اور اپنے صبر پر فخر کریں۔ میں اپنے اللہ کے سامنے کھڑا ہوں اور حرکت کر جاؤں؟

مسلم بن یسارؒ نماز کے لئے کھڑے ہوتے گھر والے باتوں میں مشغول ہوتے۔ لیکن انھیں مطلق خبر نہ ہوتی۔ ایک دفعہ یہی بزرگ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک مسجد کا ایک حصہ گر پڑا۔ ظاہر ہے بہت شور و غل ہوا ہوگا۔ لیکن مسلم بن یسار اس شور و غل سے نماز کی وجہ سے قطعاً بے خبر تھے۔

حاتم اصمؒ اپنی نماز کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ وضو کے بعد مصلے پر بیٹھ جاتا ہوں تاکہ بدن میں سکون پیدا ہو جائے۔ کھڑا ہو کر نیت باندھتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ بیت اللہ شریف میری نگاہ کے سامنے ہے۔ پل صراط پاؤں کے نیچے ہے۔ جنت میرے دائیں طرف ہے اور جہنم بائیں طرف میرا خیال ہوتا ہے کہ موت کا فرشتہ میرے پیچھے کھڑا ہے۔ اور میں زندگی کی آخری نماز ادا کر رہا ہوں۔ نہایت عاجزی اور انکساری سے نماز ادا کرتا ہوں۔ لیکن دل میں پھر بھی خطرہ ہوتا ہے کہ شاید نماز قبول ہوئی ہے یا نہیں۔

ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صحابیوں حضرت عباد بن بشر اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو چوکیداری کی خدمت پر مامور فرمایا۔ رات کا وقت تھا۔ انہوں نے نصف نصف رات جاگنے کا فیصلہ کیا۔ پہلے عباد بن بشر جاگے۔ انہوں نے فضول وقت ضائع کرنے کی بجائے نماز کی نیت باندھ لی۔ اتنے میں دشمن کا ایک آدمی آیا اور دور کھڑے ہوئے آدمی کو دیکھ کر تیر مارا پھر دوسرا اور پھر تیسرا یہ تیر کھاتے رہے۔ لیکن نماز نہ توڑی۔ اطمینان سے رکوع و سجدہ کرتے نماز ختم کی۔ اور اپنے ساتھی کو جگایا۔ دشمن کے آدمی نے جب دو آدمیوں کو دیکھا۔ تو وہ بھاگ گیا۔ عمار بن یاسرؓ نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ آپ خون میں نہا رہے تھے۔ لیکن نہ مجھے جگایا اور نہ نماز چھوڑی؟ آپ نے جواب دیا۔ میں نے سورۃ کہف شروع کر رکھی تھی خیال کیا اس کو ختم کر کے رکوع کروں گا۔ لیکن بعد میں خدشہ ہوا کہ شاید اس طرح حضورؐ نے جو حفاظت کی ذمہ داری سپرد کی ہے۔ اسمیں کوتاہی ہو۔ لہذا پہلے سجدہ کر لیا۔ اگر مجھے حضورؐ کی حکم عدولی کا ڈر نہ ہوتا تو شاید مر جاتا۔ لیکن رکوع سورت ختم کرنے سے پہلے نہ کرتا۔

حضرت ابو طلحہؓ کا نماز ہی کی وجہ سے اپنے باغ کو وقف کر دینے کا واقعہ تو تم نے شاید سنا ہوگا۔ حضرت ابو طلحہؓ کا ایک نہایت محبوب باغ تھا۔ جس میں وہ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ نماز کے دوران میں انہوں نے ایک پرندہ کو دیکھا جو ادھر ادھر اُڑ رہا تھا۔ ان کی نظر اس پر جم گئی۔ لیکن فوراً نماز کا خیال آیا۔ اور دل میں نہایت رنجیدہ ہوئے۔ نماز کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اس باغ کو جہاں چاہیں اللہ کی راہ میں صرف کر دیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ یہ میری نماز کی ادائیگی میں حائل ہوا ہے۔

عزیز بچو! ذرا سوچو تو سہی! کہ ہم بعض دفعہ نماز کی خاطر معمولی سے معمولی قربانی نہیں کر سکتے۔ اور جہاں تھوڑا سا فائدہ ہو اور وہ نماز کو چھوڑنے یا قضا کر دینے

کی صورت میں ہو سکتا ہو۔ ہم میں سے اکثر نماز پر اس فائدہ کو ترجیح دیں گے۔

حضرت ابو طلحہ رضؓ کی طرح ایک اور صحابی کو ایسا ہی واقعہ حضرت ذوالنورین کی خلافت میں پیش آیا۔ ان کا ایک نہایت عمدہ کھجوروں کا باغ تھا۔ کھجوریں پکنے کا زمانہ قریب تھا۔ خوشے زمین پر جھکے پڑے تھے۔ اور دلکش منظر پیش کر رہے تھے۔ یہ صحابی نماز میں ان کی طرف دیکھنے لگے۔ اور خیال نہ رہا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ ارادہ کر لیا کہ اس باغ کو نہیں رہنے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ وہ جہاں چاہیں اسے استعمال میں لائیں۔ حضرت عثمانؓ نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کیا۔ اور آمدنی دینی کاموں میں لگا دی۔

عید آگئی

از حامد حسن صاحب حامد

اُخوت کا پرچم اُڑاتی ہوئی
غموں کو دلوں سے مٹاتی ہوئی
مسرت کے نغمے سناتی ہوئی
خوشی سے ہر اک دل کو بہلا گئی مبارک ہو سب کو کہ عید آگئی

فضا آج خوشبوں سے معمور ہے!
جسے دیکھو شاداں ہے مسرور ہے
ہر اک دل غم و رنج سے دور ہے
خوشی پیار کے پھول برسا گئی مُبارک ہو سب کو کہ عید آگئی

لبوں پر تبسم بکھرنے لگے
مسرت سے چہرے نکھرنے لگے
زمیں بھی فلک بھی سنورنے لگے
زمانے میں ہر سو خوشی چھا گئی مبارک ہو سب کو کہ عید آگئی

بیابان میں پھول کھلنے لگے،
بہاروں کے جھولے بھی ہلنے لگے،
پرندے بھی سب عید ملنے لگے،
فضائے گلستاں بھی مُسکا گئی مبارک ہو سب کو کہ عید آگئی

بڑا مہرباں ہے تو میرے خُدا
دکھایا ہے پھر تو نے دن عید کا
ترے در پہ عالم کا سر جھک گیا
فضا بھی مسرت میں یہ گا گئی مبارک ہو سب کو کہ عید آگئی

بھجوا کر ان کی قیمت وصول کر لیں یا انکے بدلے میں تازہ شمارہ لے سکتے ہیں۔ ہماری اس درخواست پر کسی نے توجہ نہ کی۔ اس لئے ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ہم ان شماروں کو دوبارہ چھپوا لیں۔ مگر ایسا کرنے سے پہلے ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کتنے احباب کو ان کی ضرورت ہے۔ جن حضرات کو ان کی ضرورت ہے وہ مہربانی کر کے ہمیں مطلع فرمائیں۔ کہ ان میں سے کس کس شمارہ کی ان کو ضرورت ہے۔ جوں جوں چھپ کر تیار ہوتے جائیں گے۔ حسب ضرورت ارسال خدمت کر دئیے جائیں گے۔ قیمت کے متعلق ابھی کچھ عرض کرنا مشکل ہے۔ امید ہے کہ چار آنہ فی پرچہ سے زائد نہ ہوگی۔

(ادارہ)
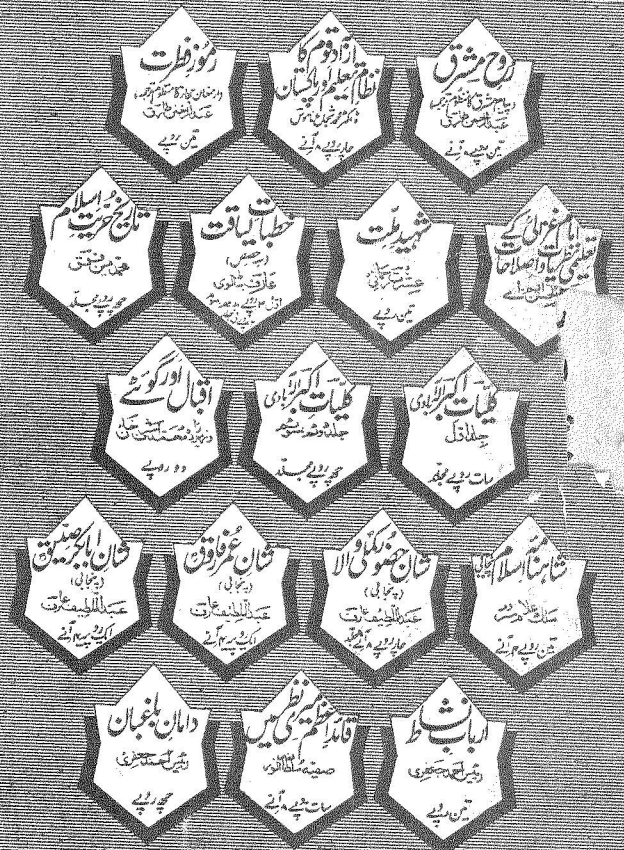
کتابیں دنیا پر حکمرانی کرتی ہیں
روح مشرق
آزاد قوم کا نظام تعلیم اور پاکستان
رموز فطرت
شہید ملت
خطبات لیاقت
تاریخ حریت اسلام
کلیات اکبر الہ آبادی
اقبال اور گوئٹے
شاہنامہ اسلام
شان عمر فاروق
شان ابو بکر صدیق
ارباب نشاط
دامان باغبان
ملک دین محمد اینڈ سنز۔ اشاعت منزل۔ لاہور

عظیم اور معیاری کتابیں مطالعہ کیلئے
رسالت مآب
جامع اللغات
تاریخ اسلام
تجرید بخاری
جہان اقبال
لسان العصر
فرعون و کلیم
ٹیگور اور اقبال
معارف اقبال
فردوس معانی
ملفوظات اقبال
کشف المحجوب
الہام منظوم
کیمیائے سعادت
تصوف اقبال
تفسیر موضح القرآن
ملک دین محمد اینڈ سنز۔ اشاعت منزل۔ لاہور
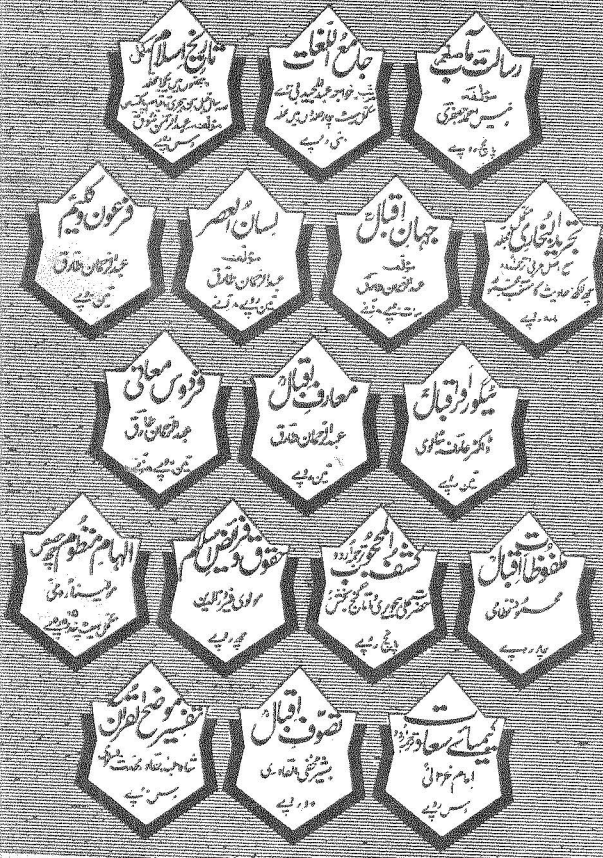
ESG
فون
5059
مصنوعات
اے۔سی
ٹیبل اور سیلنگ فین
ایسٹرن سٹیل انڈسٹریز
بادامی باغ
لاہور
پاکستان

Elite
ink
Elite Ink
S.N. PRODUCTIONS